امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 — مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار — شمارہ نمبر: 35

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- قرآن مجید کی روشن کرنیں
- علماء سلف میں کتب بینی کا شوق
- بہتر مستقبل کی تعمیر کے لئے......
- مسلمانوں میں حکمت عملی کا فقدان کیوں
- اپنے ایمان کا مظاہرہ کیجئے
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

خاموشی کی اہمیت

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش رہنے والے کو نجات کا مژدہ سنایا ہے، (ترمذی رقم الحدیث 2501) من سکت نجا ومن صمت نجا (مسند احمد 2/159) کی معنویت تو یہی بتاتی ہے کہ انسانوں کو ہر وقت بولتے رہنے کی وبا سے چھٹکارا پالینا چاہیے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرلے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے، خاموشی اس لیے بھی ضروری ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمارے بول پر پہرے بٹھا رکھے ہیں، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ.

اس لیے بولنے میں ہمیں محتاط رہنا چاہیے، مبادا کوئی بات زبان سے ایسی نکل جائے جس کی پکڑ اللہ کے یہاں ہوجائے اور بندوں کے یہاں آدمی گرفت میں آجائے، اس لیے کہنا چاہیے کہ آزمائشوں سے نجات کا بڑا ہتھیار زبان بندی یعنی خاموشی ہے، لیکن آج کے دور میں انسان زیادہ بولنا کمال سمجھتا ہے، ہر چیز میں رائے دینا اپنا حق سمجھتا ہے، حالاں کہ شور وشغب تو آج کل فضائی آلودگی کا بھی حصہ شمار ہوتا ہے، لیکن انسان اس حقیقت کو یا تو بھول گیا ہے یا بھولتا جارہا ہے، کبھی دنیا بڑی خاموش ہوا کرتی تھی، نہ گاڑی کا ہارن تھا اور نہ مشینوں کی گڑگڑاہٹ، صنعتی ترقی نے اس دنیا کو تاریکی سے اجالے میں لانے کا کام کیا، لیکن اس کے ساتھ PINDROP SILENT کی معنویت کہیں گم ہوگئی، اب ایسی خاموشی کا تصور ہی نہیں ہو پاتا کہ مجلس میں سوئی گرنے کی آواز سن لی جائے، ماضی میں ہندوستان میں ایسی عمارتیں بنا کرتی تھیں جو اس قدر خاموش ہوتی تھیں کہ ماچس کی تیلی جلانے کی آواز بھی اوپر کی منزل میں رہنے والا انسان سن لیتا تھا، اس دور میں زیادہ بولنا بکواس کے زمرے میں آتا تھا، اور اسے انتہائی برا سمجھا جاتا تھا، اس زمانہ میں خطوط بھی بہت طویل نہیں لکھے جاتے تھے، خیریت وعافیت، مطلب کی بات، دعا اور سلام، یہ بھی لکھا جاتا تھا کہ ''تھوڑا لکھا ہے زیادہ سمجھنا'' لیکن اب وہ ماضی کا قصہ ہے، ہمارے عہد میں جملے تراشے جاتے ہیں، پھینکے جاتے ہیں، الفاظ کی سوداگری کی جاتی ہے، بات میں بات نکالی جاتی ہے گھمایا پھرایا جاتا ہے، تب کہیں نمبر مطلب کی بات کا آتا ہے، وہ بھی اس انداز میں کہ کبھی تو الفاظ کی سوداگری اور جملے تراشی میں سامنے والا اصل مقصد تک پہونچ نہیں پاتا ہے اور اسے پوچھنا پڑتا ہے کہ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، سماج کے کئی طبقہ سے جڑے لوگوں کی یہی حالت ہے۔

اس کے برعکس خاموشی کی اپنی زبان ہوتی ہے اور وہ کبھی کبھی گفتنی سے بڑھ جاتی ہے اور بے زبانی، زبان بن جاتی ہے اور یہ زبان اس قدر مؤثر ہوتی ہے کہ جب وہ داستان رقم کرتی ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خموشی گفتنی ہے بے زبانی ہے زباں میری
کلیجہ منہ کو آئے گا جب سنو گے داستاں میری

خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی میں خاموشی کا بڑا مقام تھا، حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہنے والے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں خاموشی کو سب سے اونچی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ (کنز العمال 3/35 رقم الحدیث 6881)

خاموشی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آپ کے اندر تحمل اور برداشت کا مزاج بنتا ہے، آپ کے اندر نئی توانائی آجاتی ہے، اسلام کی اصطلاح میں صبر برداشت ہی کا نام ہے، اگر آپ گالیاں سن کر بے مزہ نہ ہوئے اور کچھ جواب نہیں دیا تو وہ گالیاں دینے والے کی طرف لوٹ جاتی ہیں، وہ دوبارہ آپ کو گالی دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا، کیوں کہ گندگی کی قے ایک ہی بار کی جاسکتی ہے، بار بار نہیں، خود میرا تجربہ ہے کہ میں نے ایک صاحب کے برا بھلا کہنے پر خاموشی اختیار کرلی، میری اس خاموشی کا کرب وہ صاحب سال بھر جھیلتے رہے، اور لوگوں نے ان صاحب کو اتنا لعن طعن کیا گیا کہ وہ خواہش کرنے لگے کہ، میں اپنی خاموشی توڑوں اور کم از کم اتنا کہہ دوں کہ معاف کردیا، میں نے ایسی چپی سادھی کہ سامنے والا پریشان ہونے لگا، اسی لیے خاموشی کو کامیاب ہتھیار کہا گیا ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی آپ کو کچھ کہتا ہے اور آپ خاموش رہ جاتے ہیں تو یہ معاملہ بندہ سے ہٹ کر معبود کے پاس چلا جاتا ہے اور جب اللہ انتقام لینے پر آجائے تو کہیں جائے پناہ نہیں ملتی۔ اسی لیے عقل مندوں نے خاموشی کو حکمت قرار دیا ہے، اس سے انسان بہت ساری پریشانیوں سے بچ جاتا ہے اور خاموش رہنے والے کو قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔

مقصد تخلیق پر نظر

ہر انسان اپنی ضروریات کے اعتبار سے تگ ودو میں لگا ہوا ہے، اسلام میں چوں کہ رہبانیت نہیں ہے اس لیے جائز حدود وقیود میں کی جانے والی سرگرمی کو برا کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے، لیکن کیا ہم جن کاموں میں صبح وشام لگے رہتے ہیں اور جن مشاغل میں رات ودن گذار دیتے ہیں، یہی زندگی کا مقصد ہے؟ اگر اسی کو مقصد قرار دیا جائے تو معاشی تگ ودو تو پرندے، چرندے اور جانور بھی کیا کرتے ہیں، بلکہ وہ اس اعتبار سے ہم سے ممتاز ہیں کہ وہ دن بھر کھاپی کر رات کو سوجاتے ہیں، انہیں اللہ کے نظام رزق رسانی پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ کل کے لیے وہ کچھ نہیں رکھتے، ان کے گھونسلے اور گھروں میں کل کے لیے کوئی چیز محفوظ نہیں ہوتی، انہیں یقین ہوتا ہے کہ صبح، بھوکے پیٹ ہوگی، لیکن اللہ بھوکے پیٹ سلائے گا نہیں، لیکن انسان میں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی وہ برسوں نہیں، کئی پشتوں کے لیے سامان راحت ومعیشت جمع کرنے کی دھن میں اپنی پوری زندگی گذار دیتا ہے اور مرتے وقت خالی ہاتھ دنیا سے چلا جاتا ہے، اس نے جائز ناجائز طریقے پر جو دولت جمع کی تھی وہ یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے، لے بھی کیسے جائے، کفن میں کوئی جیب نہیں ہوا کرتی۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے صاف صاف اعلان کیا کہ تمہارا اصل کام معاشی تگ ودو نہیں ہے، یہ کام تو ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اگر تم نے تقویٰ کے ساتھ زندگی گذاری تو رزق ہم اس طرح دیں گے جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہیں ہے، اللہ رب العزت نے واضح کردیا کہ تمہاری تخلیق صرف میں نے اپنی عبادت کے لیے کی ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے ہو، اس کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے سارے کام کے ساتھ مقصد تخلیق کو نہ بھولیں، ہر حال میں اللہ کی عبادت اور فکر آخرت کو زندگی کا اصل کام سمجھیں۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے، موبائل آج کل ہر کس وناکس کے ہاتھ میں ہے، موبائل والے نے اللہ کی عطا کردہ عقل وخرد کا استعمال کرکے قسم قسم کے موبائل ایجاد کئے، دن بدن اس کے فنکشن اور قوت کار میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، ایک موبائل اپنے اندر پوری دنیا رکھے ہوا ہے، آپ اس کی ساری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن آپ دوسرے کوئی بھی کام موبائل پر کررہے ہوتے ہیں، کوئی مضمون کمپوز کررہے ہیں، کسی کو اس ام اس (پیغام) بھیج رہے ہیں، کوئی ویڈیو دیکھ رہے ہیں، کلکولیٹر پر حساب کررہے ہیں، جیسے ہی فون آیا آپ دیکھیں گے کہ موبائل کی وہ صلاحیت وقتی طور پر رک جاتی ہے، ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ موبائل کا اصل کام فون کرنا اور ریسیو کرنا ہے، دوسرے سارے کام وقتی اور ضرورت کے اعتبار سے ہیں۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ بے جان موبائل تو اس طرح اپنے مقصد تخلیق کا خیال رکھے اور ہم انسان جو اللہ کی سب سے بہتر مخلوق ہیں، صورتاً اور سیرتاً بھی، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم بنایا وہ اس حقیقت سے غافل رہے اور بھول جائے کہ اللہ نے اسے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور وہی اس کا اصل کام ہے، اگر انسان اس بات کو سمجھ لے تو وہ سارے کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات کے مطابق کرنا شروع کردے گا اور بازار کی رونق، دوکان کی چکا چوند اور گاہکوں کی بھیڑ اسے اذان کے بعد مسجد جانے سے نہیں روکے گی، اسے پورے طور پر اس کا خیال رہے گا کہ جب اذان ہوجاتی ہے تو سارے دروازے چاہے وہ گھر کے ہوں یا دوکان کے، بند ہوجاتے ہیں اور صرف ایک دروازہ کھلا رہتا ہے اور وہ ہے مسجد کا دروازہ۔ وہ دروازہ جہاں سے بندہ کبھی مایوس نہیں لوٹتا، آرزوئیں، تمنائیں، مرادیں لے کر جاتا ہے، اور جھولی بھر کر واپس آتا ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت کی مصروفیات اور کاروبار اللہ کے ذکر نماز وزکوۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی، ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ ان کے اموال واولاد اللہ کے ذکر میں حائل نہیں ہوتے، اللہ نے خود ہی اعلان کر رکھا ہے، مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں، تمہاری ضرورتوں کے بارے میں ہم سے زیادہ کون جان سکتا ہے، بندہ کی اس سپردگی کے نتیجے میں وہ اللہ کا ہوجاتا ہے اور اللہ بندے کا اور اللہ جس کا ہوجائے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

بلا تبصرہ

''گذشتہ تیس برسوں میں دنیا بدل گئی، اگر نہیں بدلی تو مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کی حالت زار، گذشتہ تیس برسوں میں ہزاروں بدنصیب فلسطینی باشندے آزادی کی آرزو اور اپنی ریاست کے قیام کا ارمان دلوں میں لیے اس دنیا سے سیدھار گیے، صہیونیوں کے نسل پرستانہ نظریات اور توسیع پسندانہ عزائم کے مدنظر ایک آزاد خود مختار فلسطینی ریاست (جس کی راجدھانی مشرقی یروشلم ہوگی) کی امید ہر گذرتے دن کے ساتھ معدوم ہوتی جارہی ہے۔'' (روزنامہ انقلاب ۱۴ ستمبر ۲۰۲۳ء)

اچھی باتیں

''زندگی استاذ سے زیادہ سخت ہوتی ہے، استاذ سبق دے کر امتحان لیتا ہے، اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے ☆ کامیاب لوگ اپنے فیصلوں سے حالات بدل لیتے ہیں، ناکام لوگ حالات کے ڈر سے فیصلے بدل لیتے ہیں ☆ کسی کو اس کی اوقات یاد دلانے کے لیے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ درحقیقت دوسروں کو ہماری اوقات دکھا رہے ہوتے ہیں ☆ زندگی بدلنے کے لیے لڑنا پڑتا ہے اور آسان کرنے کے لیے سمجھنا پڑتا ہے ☆ وقت آپ کا ہے چاہو تو سونا بنالو یا چاہو تو سونے میں گذار دو ☆ خوشامد کرنے والا یقینا آپ کو بے وقوف سمجھتا ہے، مگر آپ اس کی خوشامد سے خوش ہوتے ہیں * جو زیادتی یہ سوچ کر کی جاتی ہے کہ کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا تو پھر ایسے معاملات رب کے دربار میں جلدی پہونچ جاتے ہیں۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عجب اور خود بینی ایک فریب ہے

''جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہو رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا، اس پر بھی ان کی تعریف ہو تو آپ ہرگز ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ خیال نہ کریں اور ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے'' (آل عمران:۱۸۸)

مطلب: خودنمائی اور خودستائی ایک بری خصلت ہے، جو اکثر حالتوں میں انسان کو کبر وعناد وغرور کے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے، پھر اس انسان کو نہ اللہ کا فرض یاد رہتا ہے اور نہ ہی بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر رہتی ہے، بلکہ وہ ہر وقت اپنی تعریف وتحسین کا متمنی رہتا ہے کہ لوگ اس کے کاموں کی مدح وسرائی کرتے رہیں، وہ اسی میں مگن رہتا ہے، زندگی کا یہ طرز عمل انسانوں کے لئے تباہی وبربادی کا باعث ہے، مدینہ منورہ کے یہود ومنافقین اسی بری خصلت میں مبتلا تھے، وہاں کے یہودی عالم ورہبان اپنے لوگوں کو غلط مسئلے بتلاتے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توریت میں جو اوصاف بیان کئے گئے ان کی غلط تشریح کرتے تھے اور اپنے اس حرکت پر خوش بھی ہوتے تھے اور لوگوں سے تعریف وتحسین کے خواہاں ہوتے، ٹھیک اسی طرح جب منافقین مسلمانوں سے ملتے جلتے تو ان سے ان کی وفاداری کی قسمیں کھاتے اور جب اپنے حواریوں سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ ہم انہیں بے وقوف بناتے ہیں اور اپنی اس حماقت کو عقل مندی اور دانائی تصور کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں لوگوں سے تعریف وتحسین کے امیدوار رہتے، قرآن نے کہا کہ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے، اس وقت یہود ومنافقین کی یہ بری خصلت دبے پاؤں مسلمانوں کے اندر بھی تشویشناک حد تک داخل ہوگئی ہے، اپنے غلط کاموں کی تشہیر بھی کرتے ہیں اور داد تحسین کے خواہاں بھی ہوتے ہیں، بسا اوقات مسلمان غیروں کی زمینوں پر قبضہ جماتا ہے، کاروبار میں دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے اور اس پر الٹے فخر بھی کرتا ہے کہ لوگ اس کی عقلمندی کی شہادت دیں اور ان کے اس کرتوت کی مدح وسرائی کریں، اللہ نے یہود ومنافقین کی مثال دے کر سمجھایا کہ ان کے اعمال بد کی طرح تم اس روش پر نہ چلو، اگر تم بھی اسی طرح کی حرکتیں کرتے رہے تو تمہاری بھی گرفت ہوگی، اس لئے اپنے عمل وکردار کو پاک وصاف رکھو، ہاں! اگر کسی کے اندر واقعی کوئی خوبی اور کمال ہے تو اس کی اپنی کوششوں کا نتیجہ نہ سمجھو، بلکہ اللہ کا فضل وکرم اور عطیہ سمجھو اور اس پر شکر بجالاؤ، اس لئے کہ بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ذکر میں بندوں کے سامنے اس پہلو کو نمایاں کیا: ''لاَ تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ'' خدا نے جو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں، شیخی نہ مارو اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بتاؤ، وہ سب کی بزرگی اور پاکیزگی کو جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا: "ھو أعلم اذ انشأکم من الارض" تم کو وہ خوب جانتا ہے جب نیا نکالا تم کو زمین سے اور جب تم بچے تھے، ماں کے پیٹ میں، سومت بیان کرو اپنی خوبیاں، وہ خوب جانتا ہے، اس کو جو بچ کر نکلا (ترجمہ شیخ الہند) علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ عجب اور خود بینی ایک فریب کا نام ہے اور جب اس فریب کا پردہ چاک ہوجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی، لیکن معاشرتی اور سیاسی حیثیت سے تو یہ پردہ دنیا ہی میں چاک ہو جاتا ہے مگر مذہبی حیثیت سے آخرت میں چاک ہوگا، لہٰذا مومن بندہ کو ان بری خصلتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

بیکاری بہت بڑی بیماری

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت ہر وہ مومن جو کوئی حلال پیشہ اختیار کرتا ہے، اس کو دوست رکھتا ہے اور تندرست وتوانا مگر بے کار شخص کو پسند نہیں کرتا، جو نہ دنیا کے کام میں نہ دین کے کام میں'' (احیاء)

وضاحت: اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ محبوب ہیں جو رزق حلال کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، محنت ومزدوری، تجارت وکاروبار اور جائز طریقے سے روزگار کے لئے تگ ودو کرنے والے کو اللہ کی طرف سے اجر ملتا ہے، جو لوگ صحت وتندرستی کے باوجود معیشت وروزگار کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کرتے ہیں اور بیکاری میں اپنے وقت کو ضائع کرتے رہتے ہیں، وہ نہ اپنی ذات کے خیرخواہ ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے بال بچوں اور نہ سماج کے ہوتے ہیں، آج بہت سے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان سرکاری ملازمت کی آس میں اپنی عمر اور وقت کو گنوار ہے ہیں، ان پر جمود وتعطل طاری ہے، بسا اوقات گھریلو ذمہ داریوں کے بار اٹھانے کے باوجود گھر والوں پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، ان کی اس بیکاری نے بہت سی برائیوں کو جنم دیا ہے، اس نظریہ کو بدلنے کی ضرورت ہے، چاہے وہ اسکول وکالج کے طلبہ ہوں یا دینی جامعات اور اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ سب اس زمرے میں آتے ہیں، اگر وہ اپنی صلاحیت وقوت کو تجارت وصنعت میں لگائیں تو آج وہ بھی دنیا کی ترقی پذیر قوموں کی صف میں کھڑے ہوسکتے ہیں، کیوں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر شعبہ میں ترقی صرف عمل ہی سے ممکن ہے صرف خیالی منصوبوں سے کبھی آدمی ترقی نہیں کرسکتا، اس لئے اس وقت بھی ترقی کے سارے دروازے کھلے ہوئے ہیں، کم پونجی سے ہی کاروبار شروع کیجئے، ان شاء اللہ ترقی ملے گی، ماضی کی تاریخ بتلاتی ہے کہ بڑے بڑے ماہرین فن علماء نے ذرائع معاش کے لئے صنعت وحرفت کا پیشہ اختیار کیا اور ترقی کی منزلیں طے کیں، علامہ سید مناظر احسن گیلانی نے ہندو بیرون ہند کے متعدد ایسے اصحاب فضل وکمال کا تذکرہ کیا، جنہوں نے دستکاری یا صنعت کاری کا پیشہ اختیار کیا اور دین اور علم دین کی خدمت خالصہ لوجہ اللہ کی اور دینی ودنیاوی اعتبار سے فارغ البالی کی زندگی بسر کی، ایسے سلاطین بھی گذرے، جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتابت کرکے حلال رزق کے طلبگار ہوئے، حضرت علامہ نے لکھا کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن ہمارے بزرگوں نے علم اور وہ بھی علم دین کی کتابت کو دین ہی کا ایک جز قرار دیا گیا، عموماً چاہا جاتا تھا کہ دین کے اس کام میں اپنا حصہ لیں، حسب استطاعت حاصل کیا جائے (نظام تعلیم وتربیت، ص:۱۳۴) اگر ہر تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان اس نقطہ نظر پر غور کرکے عملی اقدامات کرلینے لگے تو یقین مانئے کہ معیشت بھی بہتر ہوگی اور قلبی سکون کی نعمت سے بھی وہ مالا مال ہوگا، بہرحال ہمت وحوصلہ سے روزگار کے مواقع تلاش کریں، مختصر پونجی سے آغاز کریں اور اللہ سے کامیابی کی دعا کرتے رہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

دو آدمیوں کا بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کرنا

س: عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے کو فون لگاتا ہے اور دوسرا ریسیو کرتا ہے تو سلام میں پہل کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے دونوں ایک دوسرے کو بیک وقت سلام کرڈالتا ہے، اسی طرح کبھی ملاقات کے وقت بھی ایسا ہوجاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں دونوں کو ایک دوسرے کے سلام کا جواب دینا ہوگا یا دونوں کا سلام ہی ایک دوسرے کا جواب ہوجائے گا؟

ج: ملاقات کے وقت ہو یا فون پر جب دو آدمی بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کریں تو دونوں پر ایک دوسرے کے سلام کا جواب دینا واجب ہوگا، دونوں کا سلام ہی جواب کے لئے کافی نہیں ہوگا، البتہ دوسرے نے پہلے کے سلام کے بعد سلام کیا تو ایسی صورت میں دوسرا سلام پہلے کے سلام کا جواب ہوجائے گا:"واذا تلاقی رجلان وسلم کل واحد منھما علی صاحبه دفعة واحدة او احدھما بعد الآخر فقال القاضی حسین وصاحبه ابو سعید المتولی: یصیر کل واحد منھما مبتدأ بالسلام فیجب علی کل واحد أن یرد علی صاحبه وقال الشاشی: فیه نظر فان ھذا اللفظ یصلح للجواب، فاذا کان احدھما بعد الآخر کان جوابا وان کانا دفعة لم یکن جوابا قال وھو الصواب'' (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح:۴/۵۲۰)

کوئی کسی کا سلام پہونچائے تو جواب کا طریقہ

س: اگر کوئی شخص کسی کا سلام کسی کو پہونچائے تو اس کے جواب کا طریقہ کیا ہوگا؟

ج: اگر کوئی شخص کسی کا سلام پہونچائے تو اس کے جواب کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جواب میں پہلے سلام پہونچانے والے کو شامل کیا جائے پھر جس نے سلام بھیجا ہے اس کو جواب دیا جائے اور اس طرح کہا جائے "علیک وعلیه السلام ورحمة اللہ وبرکاته" جیسا کہ ابوداؤد کی روایت ہے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کا سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیک وعلی ابیک السلام"

"قال بعثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال ائته فاقرأه السلام، قال فاتیته فقلت ان ابی یقرئک السلام فقال علیک وعلی ابیک السلام'' (ابو داؤد:۲/۷۱۰)

معاذ بن معاذ وابو اسامة عن ابن عون قال: کان محمد اذا قیل له ان فلانا یقرئک السلام قال وعلیک وعلیه السلام'' (مصنف ابن ابی شیبه:۶/۱۳۵، کتاب الادب)

ذکر محمد رحمه اللہ تعالیٰ فی باب الجعائل من السیر حدیثا یدل علی ان من بلغ انسانا سلاما عن غائب کان علیه ان یرد الجواب علی المبلغ اولا ثم علی الغائب'' (الفتاویٰ الھندیة:۵/۳۲۶)

سلام کا جواب دینے کے بعد پلٹ کر پھر سلام کرنا

س: بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ جب ایک آدمی کسی کو سلام کرتا ہے تو اگلا آدمی سلام کا جواب دینے کے بعد پھر سلام کرنے والے کو سلام کرڈالتا ہے، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

ج: سلام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو سلام کرے تو دوسرا اس کا جواب دے، جواب دینے والے کا جواب دینے کے بعد پھر سلام کرنے والے کو سلام کرنا، کتاب وسنت، صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، یہ ایک رسم ہے جو قابل ترک ہے۔

کھانا کھانے والے اور تلاوت قرآن کرنے والے کو سلام کرنا

س: کیا کھانا کھانے والے اور قرآن کی تلاوت کرنے والے کو سلام کیا جاسکتا ہے اور انہیں جواب دینا چاہئے یا نہیں، جبکہ کھانا کھانے والے کو اگر سلام کیا جائے تو وہ جواب دینے کے بجائے یہ کہہ دیتے ہیں کہ کھانا کھارہے ہیں، گویا تصور یہ ہے کہ کھاتے ہوئے دنیا بھر کی بات تو کرسکتے ہیں لیکن سلام کا جواب نہیں دے سکتے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں داخل نہیں ہوگے، یہاں تک کہ تم مومن ہوجاؤ اور تم مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو:"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لاتدخلون الجنة حتی تومنوا، ولاتومنوا حتی تحابوا، اولا ادلکم علی شیء اذا فعلتموہ تحاببتم، افشوا السلام بینکم'' (صحیح مسلم: ۱/۵۴)

اور حدیث میں جن لوگوں کو سلام کرنے کی ممانعت آئی ہے، ان میں کھانا کھانے والا، ذکر وتلاوت کرنے والا شامل نہیں ہے، لہٰذا کھانا کھانے والے اور ذکر وتلاوت کرنے والے کو سلام کرنے اور انہیں جواب دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا کھانا کھانے والے اور ذکر وتلاوت کرنے والے کو سلام کرنے اور انہیں جواب دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو سلام کیا ہے، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پھر آپ نے ہمیں سلام کیا، تو ہم نے سلام کا جواب دیا، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اسے اپنے حافظہ میں جمع کرو اور اسے خوش الحانی سے پڑھو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، بے شک وہ قرآن رسیوں میں بندھی ہوئی اونٹنی سے تیز (دل ودماغ سے) نکل جاتا ہے:

"ثنا عبد اللہ بن یزید انبانا قباث بن رزین اللخمي قال سمعت عُلَيّ بن رباح اللخمي یقول سمعت عقبة بن عامر الجھنی یقول: کنا جلوسا فی المسجد نقرأ القرآن فدخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فسلم علینا فرددنا علیه السلام ثم قال: تعلموا کتاب اللہ واقتنوہ (قال قباث: وحسبته قال: وتَغَنُّوا به) فوالذی نفس محمد بیدہ لھو اشد تَفَلُّتًا من المخاض من العُقُلِ'' (مسند احمد:۲۸/۵۹۱: ۱۷۳۶۱)

"وان سلم فی حال التلاوة فالمختار انه یجب الرد بخلاف حال الخطبة والاذان الخ'' (رد المحتار: ۹/۵۹۵)۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 35 مورخہ ۲ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

انڈیا، بھارت اور ہندوستان

یہ بات سب پر عیاں ہے کہ بھاجپا، آر ایس ایس کی سیاسی شاخ ہے، اور اس کے سربراہ موہن بھاگوت کے فرمان ہی نہیں چشم وابرو کے اشارے پر یہاں کی حکومت چل رہی ہے، چند روز قبل موہن بھاگوت نے ایک تقریر میں ملک کا نام انڈیا کے بجائے بھارت لکھنے کو کہا تھا، چنانچہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حکومت نے جی 20 کانفرنس کے موقع سے اس کا استعمال شروع کر دیا، صدر جمہوریہ دروپدی مرمو کی طرف سے جو دعوت نامہ عشائیہ کا تقسیم ہوا، اس میں پریسڈنٹ آف بھارت اور وزیر اعظم کو پرائم منسٹر آف بھارت لکھا گیا، وزیر اعظم کے سامنے بھی کانفرنس کے موقع سے ڈائس پر بھارت لکھا ہوا تھا، ظاہر ہے غیر ملکی مہمانوں کو اس سے کیا لینا دینا تھا کہ آپ اپنے ملک کا نام انڈیا رکھتے ہیں یا بھارت، چنانچہ انہوں نے اس تبدیلی کا نوٹس نہیں لیا، بعض مہمانوں نے اپنی تقریر میں انڈیا ہی استعمال کیا، کیوں کہ پوری دنیا بھارت کو انڈیا ہی کے نام سے جانتی ہے۔

وزیر اعظم نے اپنی اکثریت کے بل پر بغیر کسی دستوری ترمیم کے انڈیا کو بھارت کر دیا، شاید 18 ستمبر سے بلائی گئی پارلیامانی نشست میں ضابطہ کی کارروائی بھی مکمل کر لی جائے، انڈیا کو بھارت بنانے میں آر ایس ایس کے سربراہ کے فرمان کی تعمیل کے ساتھ حزب مخالف کے اتحاد ''انڈیا'' سے بھی خوف کی جھلک ملتی ہے، حالاں کہ انڈیا جو ملک کا نام ہے وہ مکمل ہے، مخفف نہیں، حزب مخالف کے اتحاد کے لیے انڈیا کا نام مخفف ہے، لمبی عبارت کا، یہ الگ بات ہے کہ مخفف کی طرح کوئی لکھتا نہیں ہے۔

اب مرکزی حکومت اس بل کو پہلے کابینہ میں پیش کر کے منظوری لے گی اور پھر اسے دستور کی دفعہ 1 میں ترمیم کے طور پر پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا میں پیش کرے گی، اکثریت کے بل پر اس کی منظوری دشوار نہیں ہے اور جب یہ صدر جمہوریہ کے پاس جائے گا تو وہ اس پر دستخط کرنے میں دیر نہیں لگائیں گی اور انڈیا بھارت بن جائے گا جو عملاً پہلے ہی بنا دیا گیا ہے۔

اس تبدیلی کا بڑا اثر سرکاری خزانے پر پڑے گا، اور کھربوں روپے اس تبدیلی کے کام پر لگانے ہوں گے، سب سے پہلے تو تمام نوٹوں اور سکوں کو بدلنا ہوگا، جس پر رزرو بینک آف انڈیا لکھا ہوا ہے، یعنی ابھی ہم پہلے نوٹ بندی اور دو ہزار روپے کے نوٹوں کے چلن بند ہونے سے اُبھرے بھی نہیں تھے کہ ایک اور نوٹ بندی کا خطرہ ہمارے سروں پر منڈلانے لگا ہے۔

ہندوستان کی تمام عدالتوں میں انڈیا ہی استعمال ہوتا ہے، چیف جسٹس آف انڈیا کہا جاتا ہے، اس کے لیے تمام کاغذات اور عمارتوں پر انڈیا کے بجائے بھارت لکھنا ہوگا، پوری دنیا میں ہمارے سفارت خانے انڈین ایمبسی سے معروف ہیں، وہاں کی عمارتوں اور فائلوں پر بھی بھارت ہی لکھنا ہوگا، اسی طرح ہندوستان کے سارے ویب سائٹس Gov.in. کے نام سے ہیں، اس کو بھی تبدیل کرنا ہوگا۔ اتنی بڑی تبدیلی کے لیے ملک کی عوام کا جو روپیہ خرچ ہوگا وہ اپنی جگہ، مہینوں ملک کی بڑی افرادی قوت کو ان تبدیلیوں کو زمین پر اتارنے میں لگانا ہوگا، اور پورے عوام کی توجہ غریبی اور بے روزگاری سے ہٹ کر انڈیا کو بھارت بنانے میں لگی رہے گی۔ چندریان-3، آدتیہ ایل-1 کے ساتھ حکمراں طبقہ اسے بھی مودی حکومت کی بڑی کارکردگی قرار دے گا اور ملک کی عوام اس کے جھانسے میں آ کر اپنی ترجیحات بھول چکی ہوگی۔

انڈیا کا ایک نام ہند اور ہندوستان بھی مستعمل ہے، عربی میں اسے ہند اور اردو میں ہندوستان لکھا جاتا رہا ہے، اقبال کی مایہ ناز نظم ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' آؤٹ آف ڈیٹ از کار رفتہ ہو جائے گا، اس نظم کی شیرینی جس قدر ہندوستان کے لفظ میں ہے کوئی اور اس کا بدل ہو ہی نہیں سکتا، بھارت کے بجائے ہندوستان بھارت کے مقابل زیادہ بہتر تھا کیوں کہ اس لفظ سے ''ہندو استھان'' ہونے کی مہک آتی ہے، لیکن یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے اس لیے اس کی معنویت کی طرف حکمراں طبقہ کا ذہن منتقل ہی نہیں ہو سکتا، اسے تو رام کے بھائی بھرت کی نسبت سے بھارت ہی اچھا معلوم ہو رہا ہے، متنبی عربی کا مشہور شاعر ہے، اسے جب ہندوستانی تلوار کی تعریف کرنی تھی تو سیف ہندی کہا تھا۔

اب ایسا بھی نہیں ہے کہ ہندوستان کا نام پہلی بار بدلا جا رہا ہے، ہندوستان کا قدیم نام ''جمبودیپ'' ہے یہ نام ویدوں میں مذکور ہے، اور یہاں جامن زیادہ پائے جانے کی وجہ سے یہ نام مروج تھا، اس کے بعد اسے بھارتا دیشم (بھارت دیش) کہا جانے لگا، یہ نام راجا بھرت کی مناسب سے دیا گیا، پھر کئی مراحل میں ہندوستان ہند، ہندو دیش، آریہ ورت اور انگریزوں نے اسے انڈیا کا نام دیا، اور اب یہ بھارت بن گیا ہے۔

جی-20 کانفرنس کے اصل ہیرو

ہندوستان نے اصولی طور پر جی-20 کانفرنس کا کامیاب انعقاد کیا، دعوتیں ہوئیں، بیانات آئے، تقریریں کی گئیں، کروڑوں روپے ملک کے اس کانفرنس پر خرچ ہوئے، افریقن یونین کو اس گروپ میں مستقل رکن کی حیثیت سے شامل کرنے پر کامیابی ملی، اس طرح اب جی 20، جی 21 ہو گیا ہے، اس کانفرنس کی سب سے اہم بات یہ رہی کہ مشترکہ اعلانیہ کو پہلے دن اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا، اس سے ہندوستان کی تصویر ممبر ممالک کے درمیان اچھی رہی، اس کانفرنس کے انعقاد کے لیے پرگتی میدان نئی دہلی میں بھارت منڈپم کے نام سے دیدہ زیب اور خوبصورت جلسہ گاہ بنایا گیا تھا، ہندوستان جی-20 کا صدر تھا، یہ صدارت ہر سال بدلتی رہتی ہے، ہندوستان کی صدارت کا سال نومبر میں مکمل ہو جائے گا، اس لیے وزیر اعظم نریندر مودی نے اگلے سال کی صدارت برازیل کے سپرد کر دی اور اس طرح یہ کانفرنس پورے تزک واحتشام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، روس اور چین کے صدور کی کمی کھٹکی ضرور، لیکن اعلامیہ سب کی پسند قرار پایا، اس میں ماحولیات، انسان، خوش حالی اور امن پر زور دیا گیا ہے، اس کو چست درست انداز میں زمین پر اتارنے کے لیے وزیر اعظم نے جی-20 کے سربراہوں کو سب کا ساتھ سب کا وکاس سب کا پریاس اور سب کا وشواش حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا، انہوں نے کہا کہ اس وقت کا سب سے بڑا بحران اعتماد کی کمی ہے، جسے جنگ نے پریشان کن بنا دیا ہے، ہمیں باہمی اعتماد کی کمی کے اس بحران کو بہر حال ختم کرنا ہوگا، وزیر اعظم نے ایک زمین، ایک خاندان اور ایک مستقبل کو سامنے رکھ کر کام کرنے کی ضرورت بھی بتائی۔

کانفرنس کے ظاہری چکاچوند پر سب کی نظر رہی، لیکن اعلانیہ پر اتفاق رائے بنانے میں شیرپا امیتابھ کانت نے اہم کردار ادا کیا، پردے کے پیچھے چل رہے ملکوں کے نمائندوں کے ساتھ انہوں نے لگاتار دو سو گھنٹے تبادلہ خیال جاری رکھا، تین سو بیٹھکیں، دو دو ملکوں کیساتھ الگ الگ کی گئیں، اعلانیہ کا پندرہ مسودہ تیار کیا گیا، سب سے زیادہ دشوار مرحلہ روس یوکرین جنگ سے متعلق تھا، جس میں مغربی ممالک کا رویہ روس کے خلاف تھا، بات کسی نتیجے تک نہیں پہونچ پا رہی تھی، ایسے میں ڈوبھال اس گفتگو میں شامل ہوئے اور مسودہ پر اتفاق رائے بن سکا، اعلانیہ میں روس کا ذکر کیے بغیر یوکرین میں جنگ کا تذکرہ کیا گیا، اور صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دی گئی کہ اختلافات اور جنگ سے دنیا پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، سینتیس (37) صفحات پر مشتمل دہلی اعلانیہ میں 4 بار یوکرین جنگ کا ذکر آیا ہے۔ اس طرح پچاسی (85) پیراگراف پر مشتمل اس مسودہ کو آخری شکل دی جا سکی۔

یہ ناممکن کو ممکن بنانے کا عمل جی-20 شیرپا امیتابھ کانت، جوائنٹ سکریٹری گمبھیر اور کے ناگ راج نائیڈو کی مشترکہ جد وجہد کے سر جاتا ہے، این ایس اے اجیت ڈوبھال کی محنت بھی رنگ لائی، اس لیے جی-20 کے اصل ہیرو یہی ہیں، جنہوں نے ہندوستان کو دنیا کے سامنے سرخ رو کیا ہے، ان کے تذکرے کہیں گم ہو گیے، اخبارات اور ٹی وی چینلوں نے بھی ان پر توجہ نہیں دی، سچ ہے مینار کی اونچائی سب کو نظر آتی ہے، لیکن مینار جن بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی۔ مینار کو بلند کرنے کے لیے کچھ اینٹوں کو زمین میں دفن ہونا پڑتا ہے، جی-20 میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔

روس میں اسلامی بینکنگ

ایک ایسے دور میں جب مسلم ممالک میں بھی سودی بینک کاری عروج پر ہے اور اسلامی بینکنگ کا تصور اور سود کی قباحت ان کے دلوں سے نکلتی جا رہی ہے بلکہ نکل گئی ہے، روس نے (جو زمانہ تک خدا بیزار اور دہریت پسند حکمرانوں کے زیر سایہ رہا اور اب بھی داخلی طور پر اس نظریہ اور فکر سے پورے طور پر نکل نہیں سکا ہے) اسلامی بینکنگ کے قیام کا اعلان کیا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ کام ستمبر 2023 سے شروع کر دیا ہے، صدارتی حکم نامہ کے مطابق اسلامی بینک آئندہ دو برس تک روس کے مرکزی بینک کی نگرانی میں تجرباتی طور پر کام کرے گا، اسلامی بینکنگ کا یہ پروگرام پہلے مرحلہ میں مسلم اکثریتی علاقے تاتارستان، بخارستان، داغستان اور چیچنیا میں متعارف کرایا گیا ہے۔ کامیاب تجربہ کے بعد دوسرے علاقوں میں بھی اس کی توسیع کی جائے گی، روس میں کم وبیش ڈھائی کروڑ مسلمان بستے ہیں، جو سودی کاروبار کرنا نہیں چاہتے، اس لیے روسی صدر ولادیمیر پوتین نے مسلمانوں کے جذبات کی رعایت اور ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہے، یہ اس لیے بھی ہے تاکہ شریعہ فریم ورک میں کام کرنے والے سرمایہ کاروں کے لیے روس میں سرمایہ کاری آسان ہو سکے اور مشرق وسطی کے ممالک کی توجہ روس کی طرف مبذول ہو سکے۔

اسلامی بینکنگ کا آغاز سب سے پہلے متحدہ عرب امارات کے دبئی میں شروع کیا گیا تھا، شیخ سعید آل لوتاہ نے اسے اپنے سرمایہ سے وقار بخشا، اسلامی فکر اور سوچ کے اس مرد قلندر نے اس میدان میں جو کامیاب تجربات کیے اس نے کئی دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا اور اس کے بعد ہی فیصل اسلامی بینک، دبئی اسلامی بینک، میزان اسلامی بینک جیسے ادارے وجود میں آئے، باخبر ذرائع کے مطابق 2009 میں اسلامی بینکنگ کے مجموعی اثاثوں تخمینی مالیت 900 ارب ڈالر تھی جو 2020 تک بڑھ کر 15000 ارب کی مالیت تک پہونچ گیا تھا، الجزیرہ کی ایک رپورٹ کے مطابق عالمی سطح پر اسلامی بینکنگ کی شرح نمو چالیس فی صد ہے اور 2025 تک اس کی مجموعی مالیت 77 کھرب ڈالر تک پہونچنے کی توقع کی جا رہی ہے۔

2008 کے عالمی اقتصادی بحران میں اسلامی بینکنگ کی کارکردگی نے مغربی ممالک کو اس طرف متوجہ کیا تھا، کیوں کہ دنیا کو متبادل سرمایہ کے ذرائع کی تلاش تھی، 2014 میں روس نے کریمیا کا غیر قانونی الحاق کر لیا، جس کی وجہ سے مغربی ممالک نے اس کے اوپر پابندی لگا دی تھی، ایسے میں اسلامی مالیاتی اداروں نے روس کی گرتی معیشت کو سہارا دیا، تبھی سے یہ فکر زور پکڑنے لگی تھی کہ روس میں قواعد وضوابط کے ساتھ اسلامی بینکنگ کو فروغ دینا چاہیے اور انٹرسٹ (سود) کے بجائے اسلام کے نظام مشارکت ومضاربت کو معاشی استحکام کی بنیاد بنانا چاہیے، اس وقت جب یوکرین کی طویل جنگ کے سبب روس کا معاشی مالیاتی اور اقتصادی نظام چرمرا کر رہ گیا ہے اور اسے مغربی ممالک کی جانب سے اقتصادی پابندیوں کا سامنا ہے، ایسے میں اسلامی بینک اسے مشارکت اور مضاربت کے اصولوں پر اقتصادی بحران سے نکالنے کا کام کرے گا، ایسی توقع کی جا رہی ہے۔

قرضوں کا بوجھ

ہندوستان دن بدن قرضوں کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق مارچ 2023 تک غیر ملکی قرضے 624 بلین ڈالر تک پہونچ گیے تھے جو مالی سال 22-21 کے مقابل 5.6 بلین ڈالر کا اضافہ درج کیا گیا ہے، اس طرح ہر نو مولود جو ہندوستان میں آ رہا ہے، وہ چھیالیس ہزار روپے اپنے اوپر قرض لے کر ہی پیدا ہو رہا ہے، قرضوں کی شرح سود میں عالمی طور پر اضافہ ہوا ہے، ظاہر ہے ہندوستان بھی اسی دنیا میں ہے، اس لیے اب اسے شرح سود 5.2 فی صد بڑھ گئی ہے، جو قرض کی ادائیگی 22-21 میں 41.6 بلین ڈالر تھی وہ 23-22 میں 49.6 بلین ڈالر ہو گئی ہے، اس اضافی بوجھ کا ہندوستانی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس کی وجہ سے فلاحی اسکیموں میں کٹوتی کی جا رہی ہے اور اس کی وجہ سے ملک کی شرح نمو میں سستی کا رجحان پایا جا رہا ہے، یہ چیزیں ہماری وزیر خزانہ سیتارمن کی نگاہوں میں ہے تو ضرور، لیکن وہ اس کی ان دیکھی کر رہی ہیں، وہ یہ کہہ کر عوام کو تسلی دے رہی ہیں کہ غیر ملکی قرضوں میں قلیل مدتی قرضے کم اور طویل المیعاد قرضے زیادہ ہیں، طویل المیعاد ہونے کی وجہ سے ان قرضوں کے اثرات ہمارے اوپر نہیں پڑ رہے ہیں، وہ اس بات کو مانتی ہیں کہ غیر ملکی قرضوں کے مقابلے ہمارے پاس زر مبادلہ کے ذخائر صرف بانوے فی صد ہیں۔

اگر قرض کا بوجھ اسی طرح بڑھتا رہا اور زر مبادلہ کے ذخائر کم ہوتے رہے تو ہندوستان کو سری لنکا اور پاکستان کی طرح عالمی برادری سے کشکول گدائی لے کر امداد کی اپیل کرنی ہوگی، وہ دن ہندوستان کی تاریخ کا سیاہ دن ہوگا اور ملکی وقار کی ایسی تیسی ہو کر رہ جائے گی اللہ وہ دن نہ لائے اس کی دعا ہم سب کو کرنی چاہیے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی

مشہور ماہر تعلیم، نامور ہومیو پیتھ معالج، بانی جامعہ نورالاسلام نسواں مہپت مئو لکھنؤ، دینی تعلیمی کونسل کے سابق جنرل سکریٹری، ہفتہ وار ندائے ملت کے سابق مدیر، مسلم مجلس اور مسلم مجلس مشاورت کے سابق رکن ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے ۲۶ر اگست ۲۰۰۳ء مطابق ۲۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۴۴ھ کو تہجد کے وقت صبح صادق سے کوئی آدھ گھنٹہ قبل بہتر سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، پس ماندگان میں اہلیہ چار صاحب زادے، ڈاکٹر محمد شعیب قریشی، مولوی محمد صہیب قریشی، مولوی محمد جنید قریشی اور مولوی محمد عبید قریشی اور صاحب زادیوں کو چھوڑا۔ ڈاکٹر صاحب تقریباً دس مہینے سے صاحب فراش تھے، گردہ کی تکلیف تھی، جس کے وہ خود بہترین معالج سمجھے جاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی بن ڈاکٹر کرامت حسین کا آبائی وطن پرتاب گڈھ اتر پردیش تھا، قریشی صاحب وہیں پلے بڑھے، ہائی اسکول، انٹر تک کی تعلیم وہیں پائی، پرتاب گڈھ میں وہ دوران تعلیم جس شخصیت سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ ان کے استاذ اور مربی مولوی عبید الرحمن صاحب جو گورمنٹ ہائی اسکول پرتاب گڈھ میں اردو وعربی کے استاذ تھے، انہیں کی تحریک پر ڈاکٹر صاحب نے نوجوانوں کی تنظیم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بنائی اور اپنے احباب کے ساتھ گھر گھر سروے کر کے دار المطالعہ اور اسکول قائم کیا، اور اپنی صلاحیت دینی، تعلیمی اور تعمیری کاموں میں لگانے کی تربیت یہیں پائی، والد ہومیو پیتھ کے کامیاب معالج تھے، انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو علی گڈھ سے بی ایس سی کرنے کے بعد باقاعدہ ہومیو پیتھک کی تعلیم دلائی، پہلے ڈھاکہ میڈیکل کالج میں داخلہ لیا، وہاں کے حالات ناساز گار نظر آئے تو واپس آکر لکھنو ہومیو پیتھک میڈیکل کالج میں داخلہ لے کر فراغت حاصل کی، اور انہوں نے اس سلسلے میں لندن تک کا سفر کیا اور وہاں سے بھی پوسٹ گریجویٹ کی سند حاصل کیا، فراغت کے بعد لکھنؤ کے ہومیو پیتھک کالج سے بحیثیت استاذ منسلک ہوئے اور سترہ سال کے بعد وہاں سے مستعفی ہوئے، ڈاکٹر عبد العلی صاحب حسنی کے انتقال کے بعد وہ حسنی فارمیسی امین آباد میں مطب کرنے لگے، اللہ رب العزت نے دست شفا عطا فرمائی تھی، اس لے بڑی تعداد میں مریض ان کے یہاں جانے لگے اور ان کا کلینک لکھنؤ کے نامور کلینک میں شمار ہونے لگا، غرباء، طلبہ اور علماء کی تشخیص وہ مفت کرتے اور دوائیاں بھی دیا کرتے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کی صدارت میں لکھنؤ میں دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا تو وہ حضرت مولانا کے دست وبازو بن کر کام کرنے لگے اور حضرت مولانا کے وصال کے بعد بڑی مشکل سے انہوں نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کو اس کونسل کی صدارت کے لیے تیار کیا اور جب قاضی عدیل عباسی کا ۱۹۸۰ء میں انتقال ہو گیا تو وہ اس تنظیم کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے او راخیر عمر تک اس عہدہ پر فائز رہے اور کہنا چاہیے کہ اس کونسل کی ساری تگ ودو ڈاکٹر صاحب کے دم قدم سے قائم تھی۔ ہفتہ وار ندائے ملت کے بھی وہ ایک زمانہ تک مدیر رہے، ان کے اداریے ملی مسائل سے متعلق قومی اخبارات سے مضامین کا انتخاب بھی انتہائی پسندیدہ تھا، وہ دیگر اخبارات کے لیے بھی مضامین اور مراسلے لکھا کرتے تھے، جن کی پذیرائی عوام وخواص میں خوب تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گوناں گوں خوبیوں سے نوازا تھا، ان کی نظر نصاب ونظام تعلیم پر گہری تھی، وہ لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے انہوں نے جامعہ نورالاسلام نسواں کے نام سے مہپت مئو میں لڑکیوں کا تعلیمی ادارہ کھولا اور اسے پروان چڑھایا، ان کی لڑکی جو مدرسۃ البنات مالیگاؤں کی نامور فاضلہ ہیں، اس کو پروان چڑھانے میں معاون بنی اور میری لڑکی رضیہ عشرت نے اس ادارہ سے فیض پایا اور حفظ قرآن کے ساتھ عربی کی تعلیم بھی پائی، وہ ہر اس آدمی کی حوصلہ افزائی کرتے جو لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں ذرا بھی فکرمند رہتا، اسی مزاج کی وجہ سے انہوں نے جناب عارف علی انصاری صاحب کے گھر میں ۲۳ر جون ۲۰۰۱ء سے قائم لڑکیوں کے مدرسہ کی سرپرستی قبول کی اور انصاری صاحب کو اس مدرسہ کا سکریٹری بنایا، کئی بار اس کے پروگرام میں شریک ہوئے، جیب خاص سے اس کی ترقی کے لیے کئی بار تعاون بھی کیا، ایک زمانہ میں یہ مدرسہ خیر آباد سیتاپور میں لڑکیوں کی دینی وعصری تعلیم کا تنہا مرکز تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی تربیت میں حضرت مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کا بڑا ہاتھ تھا، وہ ہر ایسی تحریک سے جڑ جاتے، جس سے حضرت مولانا کی کسی درجہ میں وابستگی ہوتی، چنانچہ انہوں نے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اصلاح معاشرہ، پیام انسانیت اور ندوۃ العلماء کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۹۶۲ء میں جب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید رمضان کی دعوت پر جینوا کا سفر کیا اور اس کے بعد انہوں نے لندن اور اسپین کے لیے رخت سفر باندھا تو ڈاکٹر صاحب ان کے رفیق سفر کے طور پر ساتھ تھے اور اس سفر کو کامیاب بنانے کے لیے ان کے دست وبازو بن کر کام کیا، ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا کے ساتھ حج کا سفر کیا، ان کے تین لڑکے ندوہ سے فارغ ہوئے ڈاکٹر صاحب اور مسلم مجلس مشاورت کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، انتخاب کے وقت سیاسی حضرات ان کی رائے اور مشورے کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے، سیاسی مسائل ومعاملات میں وہ ڈاکٹر عبد الجلیل فریدی کے پیروکار تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب وضع قطع کے اعتبار سے عالم دین دکھتے تھے، چہرے پر ڈاڑھی اور بدن پر شیروانی میں ان کا چہرہ اور ہیئت انتہائی مرعوب کن تھی، وہ اقبال کے لفظوں میں نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کے صحیح مصداق تھے، مزاج سنجیدہ تھا، لیکن اس میں شگفتگی اور شائستگی کے عناصر بدرجہ اتم موجود تھے، انہوں نے عصری تعلیم کے فروغ کے لیے شہر میں نورالاسلام ہی کے نام سے ایک اسکول بھی قائم کیا، مقصد بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم اسلامی ماحول میں فراہم کرنا تھا۔

ڈاکٹر صاحب لکھنؤ میں ملی، تعلیمی، سماجی خدمات کے روح رواں تھے اور ان کے ساتھ روح کے رواں ہونے کے لیے جس جسم کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی موجود تھی، اس لیے وہ جس کام کو کرتے اس میں برکت، حرکیت، نصرت الٰہی، نشاط اور روز افزوں ترقی کے مراحل طے ہوتے رہتے تھے۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ انسانوں کی طرح تنظیموں، اداروں کی بھی عمر طبعی ہوتی ہے، عمر طبعی تک پہونچنے کے بعد انسان فنا ہو جاتا ہے اور ادارے یا تو اضمحلال کا شکار ہو جاتے ہیں یا وجود سے عدم ان کا مقدر ہو جاتا ہے، ڈاکٹر صاحب اپنی عمر طبعی اور مقررہ حیات کے لمحات گذار کر دنیا سے چل بسے اور جن اداروں کو ان سے تقویت تھی ان میں سے کئی پر نزاع کا عالم طاری ہے اور کہنا چاہیے کہ اس کی سرگرمی اور فعالیت بھی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رخصت ہو کر ہو گئی، البتہ انہوں نے جو تعلیمی ادارے قائم کیے تھے ان میں اب بھی زندگی دوڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے حسن عمل کو قبول فرمائے اور ان کی سیئات سے درگذر فرما کر جنت الفردوس مین جگہ دے آمین۔

کتابوں کی دنیا — : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

مجموعۂ فیضی

''مجموعۂ فیضی'' مولانا نیاز احمد فیضی (ولادت ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء) بن مولانا ریاض احمد رحمانی سعیدی ساکن جھمکا، ڈاک خانہ بہرا، وایا سکٹا، ضلع مغربی چمپارن بہار کی حمد، نعت اور دعا کا مجموعہ ہے، انہوں نے جامعہ فیض عام مئو سے فضیلت اور بہار مدرسہ بورڈ سے حدیث، عربی اور اردو میں فاضل کر رکھا ہے، ادیب، ماہر اور مولوی ٹرینڈ ہیں، ہومیو پیتھک پریکٹس کے ساتھ مہتمم دار الابلاغ مسجد نسواں جھمکا بھی ہیں، اب تک بارہ کتابچے شائع ہو چکے ہیں، کلام فیضی، زاد فیضی، کسب فیضی، مآل فیضی، رویت فیضی، دعاء فیضی، رپورٹس فیضی، حالات فیضی، مسائل فیضی، منظومات فیضی، عذاب وثواب کے عنوان سے یہ کتابیں مطبوع ہیں، داخلی شہادت تحریری تو کہیں نہیں ملی، البتہ اغلب یہ ہے کہ کتابچوں کے ناموں میں فیضی کا لاحقہ دراصل فیض عام سے فراغت اور قلمی نام یا تخلص فیضی اختیار کرنے کی وجہ سے ہے۔ جامعہ فیض عام مئو سے میرا بھی تعلق رہا ہے، جن دنوں میں دار العلوم مئو میں زیر تعلیم تھا ان دنوں فیض عام میں ایک استاذ یتیم اعظمی ہوا کرتے تھے، ان سے میرے مربی مولانا حسین احمد ناصری استاذ دار العلوم مئو کا یارانہ تھا، یتیم اعظمی صاحب اکثر وبیشتر مولانا سے ملنے آیا کرتے تھے، اس زمانہ میں ماسٹر محفوظ صاحب اور صوفی جی کے ساتھ یتیم اعظمی کی مجلس جمتی، یتیم صاحب اشعار سناتے اور میں چھوٹا ہونے کے باوجود چائے پانی پہونچانے کے بہانے مجلس میں باریاب ہو جاتا، کبھی ترتیب الٹ جاتی تو فیض عام چلا جاتا، یتیم اعظمی کی بہت سی غزلیں آج بھی میرے بیاض میں محفوظ ہیں اور گاہے گاہے میں ان سے محظوظ ہوتا رہتا ہوں، اس زمانہ میں جامعہ فیض عام کا شمار اچھے تعلیمی ادارے میں ہوتا تھا، دیکھیے بات کہاں چلی گئی۔ کہنا یہ تھا کہ

اٹھہتر (78) صفحات کی اس کتاب کے تین حصے ہیں، پہلے حصہ میں انتساب جناب محمد احمد صاحب سابق ناظم جامعہ فیض عام مئو کے نام ہے، ''جن کی خصوصی، تعلیمی اور تربیتی انتظام ادارہ کی بدولت بفضل اللہ شاعر کسی لائق ہوا اور بتوفیق الٰہی کسی قدر دینی ومعاشرتی خدمات انجام دے سکا''، اس کے بعد شاعر کا تعارف ایک صفحہ میں ہے، مقدمہ ڈاکٹر نسیم احمد نسیم کالی باغ بتیا کا ہے، پیش کلام ''اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے، شاعری اور ساحری کے عنوان سے ہے، جو خود مصنف کے قلم سے ہے، یہ تمام نثری تحریریں صفحہ ۲۸ تک پھیلی ہوئی ہیں، کتاب کے دوسرے حصہ میں حمد، نعت اور دعا ہے، جب کہ تیسرا حصہ تاثرات پر مشتمل ہے اور یہ صفحہ ۶۰ سے صفحہ ۷۸ تک چلا گیا ہے'' اس طرح کہنا چاہیے کہ اصل کتاب کے لیے صرف ۲۹ر صفحات مختص کیے گیے ہیں، جن میں دو حمد، آٹھ نعت اور تین عدد دعا کو شامل کیا گیا ہے، ہمارے یہاں دیہات میں ایک مثل ہے ''گھانی سے بڑھ کر بہتونی'' اب نہ کوئی ''گھانی'' سمجھتا ہے اور نہ ''بہتونی''، جب اوکھلی، موسل ہی گھروں سے غائب ہو گیا تو نئی نسل اسے کیا سمجھے گی، اوکھلی میں جو چیز کوٹنے کے لیے رکھی جاتی تھی اسے ''گھانی'' کہتے تھے اور موسل پڑنے پر جو چھٹک کر اوکھلی سے باہر آ جائے اسے ''بہتونی'' کہتے تھے، یعنی اصل چیز سے زیادہ باہر چیز جا پڑے تو اس مثل کا استعمال ہوتا تھا، نئی ترقیات نے ان مثلوں کو سمجھنے سے بھی ہمیں دور کر دیا ہے۔

کتاب کی جو ترتیب ہے اس میں حمد، نعت اور آخر میں دعا ہے، حمد کے بعد نعت کی ترتیب اس اعتبار سے درست ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی ایں قصہ مختصر اس پر صادق آتا ہے، لیکن سورۃ فاتحہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمد کے بعد ترتیب میں دعا ہونی چاہیے۔ سورۃ فاتحہ میں حمد باری ختم ہونے کے بعد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آیا ہے، اگر مجموعہ میں اس قرآنی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تو زیادہ اچھی بات ہوتی، گو دعا کی قبولیت میں توصیف محبوب باری کا بھی بڑا دخل ہوا کرتا ہے۔

اس مجموعہ میں بڑی اچھی بات یہ ہے کہ نعت نبی کو مناجات نہیں بننے دیا گیا ہے۔ شاعر نے حمد، نعت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور عبد ومعبود کے رشتے کو خلط ملط ہونے سے بچالیا ہے، حالاں کہ اس معاملہ میں ہمارے بیش تر شعراء افراط کے شکار رہے ہیں، وہ نعت کہتے کہتے مناجات شروع کر دیتے ہیں، اس طرح موضوع بھی خلط ملط ہو جاتا ہے اور بندہ کبھی کبھی اس باریک فرق کو فراموش کر جاتا ہے۔ جو اللہ ورسول کے درمیان ہے۔

حمد، نعت اور دعا تینوں میں حاشیہ پر مشکل الفاظ کے معنی دیدینے کی وجہ سے قاری کو الفاظ کے معنی تک پہونچنے کے لیے لغات کا سہارا نہیں لینا پڑے گا، یہ روایت اردو شاعری کے مجموعوں میں متروک ہے، نیاز فیضی صاحب نے اس روایت کو پھر سے زندہ کر دیا ہے، اس سے آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں، فیضی صاحب اصلا عالم دین ہیں، عالم اور دیگر شعراء کے الفاظ؛ بلکہ تنقید کی زبان میں کہیں تو لفظیات الگ الگ ہوتے ہیں، فیضی صاحب کے اس مجموعہ میں ان کے عالم شاعر ہونے کا عکس جھلکتا ہی نہیں چھلکتا بھی ہے، اسلامی اصطلاحات، ایمان سے بھرپور کیفیات، قرآن واحادیث کی تلمیحات کا استعمال ان کی شاعری میں بھرپور ملتا ہے، فنی اعتبار سے بھی اس مجموعہ کے مشمولات اچھے ہیں، میں عروض کا ماہر تو نہیں لیکن ردیف، قافیہ وغیرہ کی شُدبُد اللہ نے دے رکھی ہے، اس مجموعہ کے مندرجات کے پڑھتے وقت کہیں بھی فنی سقم، شتر گربہ اور بے وزنی کا احساس نہیں ہوا، اشعار رواں ہیں، فکری اعتبار سے تخیلات قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں، ضرورت شعری کی وجہ سے بھی فیضی صاحب کے یہاں تنازل نہیں پایا جاتا؛ جسے لوگ ضرورت شعری کہتے ہیں، اسے میں شاعر کا عجز سمجھتا ہوں، فیضی اس معاملہ میں بھی عاجز نہیں ہیں۔

ایک سو روپے زر تعاون ادا کر کے بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ اور کتاب منزل، جنگی مسجد بتیا مغربی چمپارن کے ساتھ مصنف کے پتہ سے بھی اسے حاصل کر سکتے ہیں، جو اوپر مذکور ہے۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

محمود غزنوی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امیر سبکتگین نیشا پور میں مقیم تھا، ایک دن کسی عالم حدیث سے ایک حدیث سنی کہ ''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے کہ دنیا سے دل نہ لگا کہ تجھے یہاں اس لئے نہیں لایا گیا اور بہشت سے لاپروائی نہ کر کہ تجھے اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، رات کی نماز پابندی سے پڑھ کہ مومنوں کی فتح اس میں ہے اور مخلوق سے امید نہ رکھ کہ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے''۔ سبکتگین نے یہ حدیث سنی تو اسے اپنے تمام کاموں کی بنیاد قرار دیا، چنانچہ وہ ہمیشہ فتح کی دعا رات کو مانگتا اور اپنی فتوحات کو اسی کا نتیجہ خیال کرتا۔ جب اس کا بیٹا محمود آیا تو اس نے اسے بھی اس عالم کے پاس بھیجا کہ وہ محمود کو بھی وہی حدیث سنائے، محمود نے حدیث سنی اور باپ کی طرح اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ محمود کا لشکر بلخ کے دروازے پر پڑا تھا اور صبح خان ترکستان سے مقابلہ تھا، محمود آدھی رات کو اٹھا اور غسل کے لئے گرم پانی منگویا، مگر نہ ملا، اس رات برف باری ہو رہی تھی اور برفانی ہوا کے طوفان آ رہے تھے، اس کے باوجود اس نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور مصلیٰ بچھا کر عبادت کرنے لگا، مصاحبوں نے کہا کہ صبح معرکہ درپیش ہے، آج کی رات تو آپ کو آرام کرنا چاہئے، محمود نے جواب دیا: ''میرا کام آج ہی رات کا ہے، کل کا کام خدا کا ہے میرا نہیں'' چنانچہ صبح تک عبادت میں مصروف رہا، فجر ہوئی تو اٹھا، نماز پڑھی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ: ''الٰہی ہم دو فریقوں میں سے جو فریق تیرے بندوں کے حق میں بہتر ثابت ہو، اسے فتح عنایت کر!'' یہ دعا مانگ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا لڑائی کے میدان میں آیا، اس روز اسے جو فتح حاصل ہوئی وہ بہت عظیم الشان اور حیرت انگیز تھی۔

سلطان محمود غزنوی اور علوم وفنون کی قدر: سلطان محمود بن سبکتگین کے دربار میں بیسوں ایسے مشہور ومعروف منجم جمع تھے کہ زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، مگر سلطان کسی معاملے میں ان کی رائے نہ لیتا تھا، ایک مرتبہ کسی مصاحب نے دریافت کیا کہ: ''حضور! علم نجوم کے اتنے بڑے بڑے استاد آپ کے پاس جمع ہیں، مگر آپ کبھی ان سے کوئی بات نہیں پوچھتے، پھر ان کی موجودگی کا فائدہ کیا ہے''؟ سلطان نے جواب دیا کہ: ان لوگوں کو صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ ملک میں ہر علم اور ہر فن کے ماہروں کی موجودگی ضروری ہے کہ وقت بے وقت کام اٹکا نہ رہے، ورنہ میرے معاملات کی بنیاد صرف دو باتوں پر ہے، اول خدا پر توکل اور دوسرے شریعت کا فتویٰ اور مخلصوں کی رائے''۔

مواخذۂ آخرت کا احساس: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں رات میں گشت فرمایا کرتے تھے، تاکہ کوئی کسی قسم کی تکلیف میں ہو تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں۔

ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے مدینے سے دور نکل گئے، وہاں دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکار رہی ہے اور دو تین بچے اس کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، آپ نے عورت سے حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ کچھ کھانے کو نہیں ہے، بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، ان کی تسلی کے لئے ماں نے خالی ہانڈی چڑھا دی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت کھانے کا سامان لینے کے لئے مدینہ آئے، کندھے پر سامان رکھ کر چلنے لگے تو غلام نے کہا: میرے ہوتے ہوئے آپ بوجھ کیوں ڈھوتے ہیں؟ لائیے مجھے دیجئے، آپ نے فرمایا: ''تم آج میرا بوجھ اٹھا لوگے، لیکن کل قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟ یہ کہہ کر آپ خود ہی سامان اٹھا لے گئے''۔

ایک بار کچھ سرکاری اونٹ غائب ہو گئے، گرمیوں کا زمانہ تھا اور دوپہر کا وقت تھا ان دنوں عرب میں دھوپ اتنی تیز ہوتی تھی، جیسے آگ برس رہی ہو، پھر بھی حضرت عمرؓ کو ان اونٹوں کے گم ہونے کی اطلاع ہوئی، تو آپ دوپہر ہی میں اس کی تلاش کے لئے نکل پڑے، بڑی پریشانیوں کے بعد اونٹ ملے، آپ ان کو لیے ہوئے واپس آ رہے تھے، دھوپ سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، تمام جسم پسینے سے شرابور تھا، ادھر سے حضرت علیؓ آ رہے تھے، انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس حال میں دیکھا تو تڑپ اٹھے، کہنے لگے: امیر المومنین! ملازموں کو اونٹ کی تلاش میں بھیج دیتے، خود کیوں تکلیف کی؟ آپ نے فرمایا کہ روز محشر کی باز پرس کے احساس نے مجھے امادہ کر رکھا کہ میں ہی تلاش کروں۔

قرآن کا معجزہ: اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا واقعہ ہے کہ ان کے فرزند نے حفظ قرآن مکمل کیا تو وہ اس کو اپنے والد شاہ جہاں بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے پوتے نے حفظ قرآن مکمل کیا ہے، شاہ جہاں نے کہا کہ مبارکباد کے مستحق تو تم ہو، تمہارے بچے نے حفظ مکمل کیا ہے، تمہارے سر پر تاج رکھا جائے گا، اگر تم حافظ ہوتے تو ہم کو تاج پہنایا جاتا، عالمگیر کے دل پر ایک چوٹ لگی، وہاں سے جانے کے بعد انہوں نے حفظ شروع کیا اور جلد حفظ مکمل کر لیا، حفظ مکمل ہونے کے بعد عالمگیر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کو مبارک ہو، آپ کے بیٹے عالمگیر نے بھی حفظ مکمل کر لیا ہے، شاہ جہاں کو بڑی خوشی ہوئی اور کہا کہ اب ان شاء اللہ ہمارے سر پر تاج رکھا جائے گا، اس وقت کے ایک شاعر نے عالمگیر کی شان میں ایک رباعی کہی جس کا آخری شعر ہے

تو حامیٔ شرع وحامیٔ تو شارع — تو حافظِ قرآن وخدا حافظ تو

یعنی آپ شریعت کی حمایت اور مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور مددگار ہے، آپ حافظ قرآن ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے، اس وقت عالمگیر کی عمر پچاس سال تھی، سلطنت کی مصروفیات کے باوجود اتنی عمر میں انہوں نے حفظ کیا اور حفاظ کی فہرست میں شامل ہو گئے، یہ ہے قرآن مجید کا معجزہ۔

تلاوت کی آواز پر فرشتے اتر پڑے: ایک صحابیؓ اپنے گھر میں تہجد کی نماز میں قرآن پاک پڑھ رہے تھے، طبیعت پر کیف سے ذرا اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کو جی چاہتا ہے، گھر کا صحن چھوٹا تھا، گھوڑا بھی بندھا ہے اور ایک چارپائی پر بچہ بھی سویا ہوا تھا جب اونچا پڑھتے تھے تو گھوڑا بدکنے لگتا تھا، دل میں ڈر سا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں بچے کو تکلیف نہ پہنچا دے، لات نہ مار دے، آہستہ آہستہ قرآن پڑھنے لگ جاتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد پھر طبیعت مچلتی ہے تو اونچا پڑھتے ہیں گھوڑا بدکتا ہے پھر آہستہ پڑھنے لگ جاتے ہیں، بس یہی کچھ تقریباً ساری رات ہوتا رہا، جب انہوں نے صبح کے وقت دعا کے لے ہاتھ اٹھایا تو ان کی نگاہ آسمان پر پڑی، کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ روشنیاں نہایت تیزی کے ساتھ ان کے سر سے دور آسمان کی طرف جا رہی ہیں، حیران ہوئے کہ یہ کیا چیز ہے؟ چنانچہ صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہا، اونچا پڑھتا تھا تو ڈر محسوس ہوتا تھا، کہ بچے کو تکلیف نہ پہنچ جائے اور آہستہ پڑھاتا تھا تو پھر طبیعت مچلتی تھی کہ اونچا پڑھوں، جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا تو نگاہ آسمان کی طرف اٹھی، میں نے کچھ روشنیاں دور جاتی ہوئی دیکھیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جو تیرا قرآن سننے کے لئے آسمان سے نیچے اتر آئے تھے، اگر تم اونچی آواز سے پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، وہ فرش پر قرآن پڑھتے تھے تو عرش سے فرشتے اتر آتے تھے۔ (واقعات فقیر: ۲۱۸/۱)

شیخ سے جس قدر مناسبت اسی قدر فائدہ: سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بارش ہو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں قدم مبارک ہیں وہاں ابوبکر صدیق کا سر ہے، بارش کا جو پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ رہا ہے، وہ سارے کا سارا ابوبکر صدیقؓ پر آ رہا ہے، حضرت عمر بن خطابؓ نے بھی اپنے آپ کو قریب کھڑے دیکھا، عمر ابن خطابؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ سے چھینٹیں اڑ کر میرے اوپر پڑ رہے ہیں اور میں بھی بھیگا چلا جا رہا ہوں، صبح اٹھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے رات خواب میں یہ چیزیں دیکھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! یہ علوم نبوت تھے جو بارش کی طرح میرے اوپر برس رہے تھے صدیق کو چونکہ میرے ساتھ کمال مناسبت نصیب ہے اس لیے وہ مجھ سے سب سے زیادہ کمالات پا رہا ہے، اور اس کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تم بھی ان علوم کو حاصل کر رہے ہو کمالات نبوت سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبر نے حاصل کئے، اور علوم ولایت کو حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ حاصل کیا، یہ کمالات نبوت نسبت اتحادی کی دلیل ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۹۴/۴)

کتب بینی حسن نیت سے کیجئے: کسی شخص نے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے سوال پوچھا، حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہو جائیں، اس لئے ان کو وہ حقائق تو مل گئے، مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دی، اس نے پوچھا، حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا، ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے، تیرا حکم جاننا چاہتا ہے، کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے، سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرامؓ میں تھی، سیدنا صدیق اکبرؓ نے اڑھائی سال کے اندر سورۂ بقرہ مکمل کی، حالانکہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی، اس لئے ان کو تو صرف ونحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے، ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ان کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا۔

درسی دیانت کی انتہا تو دیکھئے: حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے، دوران تدریس ایک جگہ ایسا اشکال پیدا ہوا کہ اس کا حل سمجھ میں نہیں آتا تھا، کوئی ہمارے جیسا ہوتا تو وہ ویسے ہی گول کر جاتا، پتہ ہی نہ چلنے دیتا کہ یہ بھی کوئی حل طلب نکتہ ہے یا نہیں، طلبہ کو کیا پتہ، وہ تو پڑھ رہے ہوتے ہیں، یہ تو استاد کا کام ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، مگر وہ حضرات امین تھے، یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ استاد کے ذہن میں خود اشکال وارد ہو، جواب بھی سمجھ میں نہ آئے اور طلبہ کو بتایا بھی نہ جائے، ان حضرات سے تو وہ خیانت ہوتی نہیں تھی، چنانچہ آپ نے طلبہ کو برملا بتا دیا کہ اس مقام پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے، مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا، کافی دیر تک طلبہ بھی خاموش رہے اور حضرت بھی خاموش رہے، آپ بار بار اس کو پڑھ رہے ہیں، کبھی صفحہ الٹ رہے ہیں اور کبھی اس کا حاشیہ دیکھ رہے ہیں، مگر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا، حتی کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بات سمجھ میں نہیں آ رہی، چلیں میں فلاں مولانا سے پوچھ لیتا ہوں، یہ وہ مولانا تھے، جو حضرت سے ہی دورۂ حدیث کر چکے تھے، وہ حضرت کے شاگرد تھے، اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں ذرا ان سے پوچھ لیتا ہوں، چنانچہ آپ اٹھنے لگے، اتنے میں ایک طالب علم بھاگ کر گیا اور اس نے جا کر مولانا کو بتا دیا کہ حضرت آپ کے پاس اس مقصد کے لئے آ رہے ہیں، مولانا اپنی کتاب بند کر کے فوراً حضرت کے پاس پہونچے حاضر ہو کر عرض کیا، حضرت! آپ نے یاد فرمایا ہے، فرمایا: ہاں مولانا! یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آ رہی، دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے؟ انہوں نے پڑھا اور سمجھ تو گئے، مگر بات یوں کی، حضرت! جب میں آپ کے پاس پڑھتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں حل فرمایا تھا اور آگے اس کا جواب دیدیا، اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ جی میرا تو علم اتنا ہے کہ اب استاد بھی مجھ سے پوچھنے آتے ہیں، نہیں نہیں وہ صحبت یافتہ تھے، تربیت یافتہ تھے، اس کو کہتے ہیں تصوف اور یہ ہے مٹنا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی قوت یادداشت: قریب کے زمانہ میں ہمارے اکابر علماء دیوبند کے علوم میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا کی تھی، ایک مرتبہ شیخ الہند محمود الحسنؒ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ بارش کا موسم ابھی ختم ہوا ہے اور بارش کے موسم میں کتابوں کو نمی کی وجہ سے دیمک لگنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے تو بہتر ہے کہ ہم یہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھ دیں، اچھی طرح دھوپ لگ جائے گی تو اندر رکھ دیں گے، اگر کسی کی جلد خراب ہوئی اور صفحہ درست نہ ہوا تو اسے بھی ٹھیک کریں گے، چنانچہ وہ شاگرد یہ کام کرنے لگ گیا۔

اس زمانہ میں زیادہ کتابیں مخطوط ہوتی تھیں، شاگرد نے ایک کتاب نکالی اور کہنے لگا، حضرت! اس کے تو پانچ چھ صفحے دیمک نے چاٹ لیے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ پانچ چھ صفحے سفید لگا دو، اس نے سفید کاغذ لگا کے دھوپ میں رکھ دیا، جب خشک ہو گئے تو کہنے لگا، حضرت! اب کیا کروں؟ فرمانے لگے، بھئی! جو عبارت موجود نہیں ہے وہ اس پر لکھ دو، اس نے کہا، حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی، مجھے تو زبانی یاد نہیں، بتاؤ کونسی کتاب ہے؟ اس نے کہا میبذی، حالانکہ یہ کتاب چھوٹی سی ہے، لیکن مشکل کتابوں میں سے ہے، حضرتؒ نے فرمایا: کہاں سے کتاب کی عبارت منقطع ہوئی ہے؟ اس نے آخری لفظ بتایا، حضرتؒ نے آگے لکھوانا شروع کر دیا، اسی جگہ بیٹھے ہوئے، عبارت کچھ صفحے اپنی یادداشت سے زبانی لکھوا دیئے، یہ علم کی برکت تھی، کتاب پڑھے ہوئے سالوں گذر جاتے تھے مگر عبارت یاد رہتی تھی۔

Scanned with CamScanner

قرآن مجید کی روشن کرنیں

ڈاکٹر رضوانہ شفیع

قرآن مجید دنیا کے اس خطہ عرب میں نازل ہوا جو ہر اعتبار سے بنجر تھا جہاں تہذیب وتمدن، عدل و انصاف اور اخلاق ومعاشرت نام کی کسی شئی کا کوئی وجود نہ تھا، ان کے یہاں معزز ترین شخص کا اصول چلتا تھا،خواتین ہر طرح کے حقوق سے محروم تھیں، معاشرے میں کفر وشرک اور الحادو بے دینی کی تیز وتند ہوائیں چل رہی تھیں،حق و باطل،صحیح وغلط جائز و نا جائز اور خیر وشر کے معاملے میں کوئی امتیاز نہ تھا۔نزول قرآن کے وقت ایک طرف مشرکین مکہ تھے جو خود کو دین ابراہیمی کا پیرو کہتے تھے لیکن توحید وآخرت کا عقیدہ ان سے کوسوں دور تھا۔یہ لوگ قیامت کے منکر تھے اور رسول کا بشر ہونا ان کی سمجھ سے کوسوں دور تھا۔اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:''لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول جوانہوں نے کہا: کہ اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟(بنی اسرائیل:94)۔

یہ مشرکین مکہ دین اسلام کے بڑھتے اقتدار کو برداشت نہ کر سکتے تھے کیونکہ ایک طرف انکو اپنی چودھراہٹ اور سرداری چھن جانے کا خوف تھا تو دوسری طرف نصاری تھے جنہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کرڈالی تھی، علماء کو اپنا رب بنالیا تھا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ان کے یہاں خدا کے بیٹے تھے اور یہودیوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ نبی آخری الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت سے منتظر تھے اور دوسروں کو اس کی آمد پر دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے لیکن جب وہ نبی آ گیا اور انہوں نے اسکو اچھی طرح پہچان بھی لیا کہ یہ وہی نبی ہے جس کے وہ منتظر تھے تو وہ لوگ الٹے اسکی مخالفت پر اتر آئے۔جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:''اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے، اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجود یکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی، باوجود یکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے،مگر جب وہ چیز آ گئی جسے وہ پہچان بھی گئے،توانہوں نے ماننے سے انکار بھی کردیا''۔(البقرہ:89)

غرض اسوقت خطۂ عرب ہر طرح کی برائیوں کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔اسی تاریک ماحول میں قرآن کا نزول ہوا۔قرآن کا نزول کیا ہوا گویا بنجر زمین پر رحمت باری کی ایسی بارش ہوئی کہ کانٹے پھول بن گئے، پتھر ہیرے جواہرات میں تبدیل ہو گئے،ظلم وستم کرنے والے عدل وانصاف کا نمونہ بن گئے،غلام آقا ہو گئے، کمزور کو طاقت مل گئی، آپس میں لڑنے والے بھائی بھائی ہو گئے، رنگ ونسل اور زبان کے فرقوں میں بکھرے ہوئے جمع ہو کر ایک مضبوط قوم بن گئے، غیر مہذب انسانوں نے دنیا کو تہذیب سکھائی، قرآن کے ذریعے معاشرے میں حق وصداقت کی شعائیں بکھر گئی۔اس صحیفہ ہدایت نے لوگوں کے دل و دماغ کو بدل کر رکھ دیا، سوچنے سمجھنے کے انداز کو مہذب کر دیا اور فاسد افکار وخیالات کی بیخ کنی کر کے صالح اقدار کو فروغ دیا۔اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کی پرستش،دوسرے باطل معبودوں کی عظمت وتقدس اور کسی خاص قبیلے یا گروہ کے خدا ہونے کے باطل گمان کو بدل کر رکھ دیا اور انسانیت کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنا سر جھکانا خود اپنے نفس اور خالق حقیقی پر ظلم ہے اور یہ ایک ایسی حرکت ہے جس کے ارتکاب کے بعد انسان اشرف المخلوقات کی بلندیوں سے گر کر اسفل السافلین کی گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔قرآن مجید ایک ایسا انقلاب لیکر آیا جو صرف اہلِ مکہ یا اہل عرب اور تمام بنی نوع انسان میں ہی نہیں بلکہ عرب کے بدوؤں (جو کہ تہذیب وتمدن سے بالکل نا آشنا تھے) کو بھی لا الہ الا اللہ کا مخلص پیامی اور سچا علمبردار بنا دیا۔نزول قرآن کے بعد جو تبدیلیاں رونما ہوئی انھیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

معاشرتی تبدیلی: عربوں میں نزول قرآن کے بعد سب سے پہلے معاشرتی تبدیلی ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب معمولی معمولی بات پر قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو جاتا تھا اور برسہا برس اسی کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ بے جا حمایت اور تعصب کی وجہ سے قوم کا خیال ہونے کے بجائے عربوں میں قبیلے کا تصور تھا۔زنا کاری و بدکاری عام تھی،شراب نوشی، بت پرستی اور قمار بازی کا دور دورہ تھا۔ جہالت اس قدر غالب تھی کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور بیٹا ماں کو باپ کی وراثت میں بطور مال حاصل کرتا تھا،عورت ہر طرح کے حقوق سے محروم تھی۔ جب ان صحرانشینوں میں یہ عہد آفریں کتاب (قرآن پاک) کتاب ہدایت بن کر نازل ہوئی تو اس نے اپنے نور سے لوگوں کے دل ودماغ کو بھی کھول دیا اور انسان کو انسان سے قریب تر کر دیا۔

قرآن مجید نے انکے ہر اعمالِ سیہ پر ضرب لگائی اسی طرح جن لوگوں کو دولت جمع کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ خدا اور معاشرے کے ان حقوق کو ادا نہیں کرتے جن کی شریعت میں تاکید کی گئی ہے۔ان کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:''دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے''۔(التوبہ:34) ناپ تول میں کمی کرنے کے سلسلے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو لوگوں سے جب ناپ کر لیں،تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کر دیں''۔(المطففین:1-2) قرآن مجید جو بنی نوع انسان کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے اس نے انسانوں کو ہر طرح کی تعلیم دی، برائیوں سے روکا اور بھلائیوں کا حکم دیا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی اس نے جہاں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کے احکام بتائے، وہیں آداب مجلس کے بارے میں بھی ہدایت دی۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تمہیں کشادگی بخشے گا''۔(المجادلہ:11)

قرآن مجید بنی نوع انسان کے لیے سراپا انقلاب بن کر آیا۔اسکی وضاحت حضرت جعفر بن ابی طالب کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے:''حضرت جعفر بن ابی طالب نے ایک خاص موقع سے نجاشی سے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے،مردار کھاتے تھے، اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دیتے تھے اور بیوی کو الگ تھلگ کر دیتے تھے ہم ظلم کے سوا دوسرا قانون نہ جانتے تھے،عہد وپیمان اور وعدہ وعید توڑ دیتے تھے، برائیوں اور غلط کاریوں میں مبتلا تھے،ہم پیسہ اور طاقت کے نشہ میں غریبوں پر ظلم کرتے تھے سیکڑوں بتوں کی پوجا کرتے تھے لیکن جب یہ قرآن پاک ہماری زندگی میں آیا تو ہماری زندگی میں بہت تیزی سے انقلاب آیا''۔(مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تاریخ اسلام،ص۷۴-۷۵)

سیاسی تبدیلی: دوسری قسم کی تبدیلی سیاسی تبدیلی تھی عربوں کے یہاں قوم وملت کا وسیع تصور نہ تھا، وہ صرف قبائلی اور گروہی شکل میں رہنے کو ہی پسند کرتے اور اسی میں مگن رہتے تھے۔اپنے ہی لئے جیتے اور اپنے ہی لئے مرتے تھے اور برسہا برس تک جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جب عرب کے بدوؤں میں اسلام اور قرآن مجید کی روشن کرنیں پھیلیں تو ان بدوؤں کی فکر ونظر میں ایسا انقلاب آیا کہ عداوت ونفرت کے جذبات سرد پڑ گئے وہ قوم جو اپنے ہی لئے جیتی اور مرتی تھی، وہ اخوت و بھائی چارگی اور انسانیت کی علمبرداربن کر عالم انسانیت کے لئے وجہ رحمت بن گئی۔امن وسکون کا بول بالا ہوا اور انسانیت نوازی کا چلن عام ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ:''گو،ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے''۔(الحجرات:13)

اخلاقی تبدیلی: تیسری قسم کی تبدیلی اخلاقی تبدیلی تھی۔نزول قرآن سے قبل اخلاقی حالت تو انتہائی شرمناک تھی ایک عورت کئی کئی شوہر رکھ سکتی تھی۔شراب گھٹی میں پڑی تھی، بدمستی میں ہر گناہ ثواب بن جاتا تھا اور عصمت کی کوئی قیمت نہ تھی قرآن مجید کی بدولت جو تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان میں اخلاقی تبدیلی قابل ذکر ہے۔اس نے اخلاقی پہلو سے تمام عالم انسانیت کو فائدہ پہنچایا۔اس کتاب نے والدین، بھائی بہن، دیگر اعزہ واقارب اور احباب ورفقاء کے علاوہ اغیار واجانب اور پوری انسانی برادری کو حقوق وفرائض کی ادائیگی کا پابند بنا کر عملی طور پر اخلاق فاضلہ کا نقیب بنادیا۔خان بہادر مولانا ادریس احمد صاحب اپنی تصنیف معجزۂ قرآن مجید میں لکھتے ہیں:''قرآن مجید نے انسان کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کے سلسلے میں جو محیر العقول کرشمے دکھلائے ان کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ امریکا جیسے تہذیب یافتہ ملک میں وہاں کی گورنمنٹ نے کئی سال تک جبری قوانین کے ذریعہ سے شراب نوشی بند کرنے کی کوشش کی مگر سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ہندوستان میں مہاتما گاندھی جی نے اپنی ساری قوت شراب نوشی کی مخالفت میں صرف کردی اور کر رہے ہیں اور اس کام میں ملک کے ہزارہا دولتمند اور قابل لوگ ان کی مدد میں مصروف ہیں۔تمام ہندوستان کے مطابع اور اخبارات ان کے ہم آہنگ ہیں،مگر شرابخوری کے رواج میں بجائے کمی کے اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صرف قرآن مجید کی تعلیم کا اعجاز ہے کہ نہ صرف شراب خوری بلکہ اس سے بھی بدتر افعال قبیحہ ملک عرب سے چند سال کے قلیل عرصہ میں نیست و نابود ہو گئے اور دنیا کے بھر کے مسلمان من حیث القوم شراب سے متنفر ہیں''۔(خان بہادر مولانا ادریس احمد صاحب:معجزۂ قرآن مجید ص:174)

غرض صرف ۲۳ ربرس کے محدود عرصہ میں وہی عرب جو باطل پرستی، بدکاری، بداخلاقی اور طرح طرح کی برائیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں صدیوں سے گھیرا ہوا تھا، جب ایسے ماحول میں انوار قرآن کی تجلیات معاشرے پر پڑیں تو حالات میں زبردست تغیر وتبدل رونما ہوا۔عرب کے بت پرست اور بداخلاق لوگ دنیا میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے، غافل عارف باللہ بن گئے، درحقیقت اس کتاب عظیم نے انسانی وقار اور عزت نفس کو تحفظ فراہم کیا قتل و غارت کے لامتناہی سلسلہ سے انسانی معاشرے کو نجات ملی،عورت جو بالکل ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی سراپا عزت وافتخار بن گئی، لوگ ضلالت کی راہ سے ہٹ کر صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے، احترام انسانیت کی لازوال مثالیں قائم کیں اور کرہ ارض کو امن وانصاف کا گہوارہ بنا دیا۔عداوت کو محبت سے، جہالت کو علم ومعرفت سے، شقاوت کو سعادت سے، خیانت کو دیانت سے، خودغرضی کو ایثار سے اور سنگدلی کو پیار سے بدل ڈالا۔حیا و پاکدامنی، عفو درگزر، عدل وانصاف، ایفائے عہد و پاسداری اور امانت کی ایسی تعلیمات دیں کہ انسان اندر سے بدل گیا۔یہی وہ قرآن مجید ہے جس کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس انقلاب کو قرآن واسلام کی دین قرار دیتے ہوئے کہا گیا:

"It It revolutionized the social, political intellectual and economic life of Arab. It brought with it a gospel which in its philospy and spirits substantially differed from the philosopy and spirits of arab (Encyclopaedia of Islam, Vol. P. 95)

''اس نے عرب کے سماجی، سیاسی علمی اور معاشی زندگی کو یکسر بدل دیا۔یہ اپنے ساتھ ایک ایسی صداقت لیکر آیا جو اپنے فلسفہ وروح میں عربوں کے فلسفہ حیات اور اس کی روح سے بالکل مختلف تھا''۔

درحقیقت یہی وہ قرآن مجید ہے جس نے عرب کے خانہ بدوش صحرانشینوں کو جن کے پاس پیٹ بھرنے کو کھانا تھا نہ تن ڈھاکنے کو کپڑا کہاں سے کہاں پہونچا دیا، سچ تو یہ ہے کہ جو ساربان تھے ان کو جہاں بان بنا دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

علمائے سلف میں کتب بینی کا شوق

علامہ سید سلیمان ندویؒ

موجودہ تعلیم کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ طلباء نصاب کی چند کتابوں کے سوا سلف کے تمام علمی کارناموں سے بے خبر، ان کے علمی نتائج وجد و جہد سے نا آشنا ہوتے ہیں، ہم اپنا بڑا کمال یہ سمجھتے ہیں کہ نصابی کتابوں کے پڑھ لینے کے بعد ہم اپنے کو فارغ التحصیل کہتے ہیں، جس کے معنے گویا یہ ہیں کہ ہم ہر قسم کے علوم سے فارغ ہوگئے ہیں، اب ہمارے معلومات میں ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہیں ہوسکتا، حالانکہ کتب نصاب صرف استعداد کی ذمہ دار ہیں، ورنہ اصلی علوم ان دفتروں میں محفوظ ہیں جو قدیم خاندانوں کے صندوقوں اور کتب خانوں کی الماریوں میں مدفون ہیں، یہی وجوہ ہیں کہ طالب علمانہ زندگی کے بعد ہم پھر کسی کتاب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے اور اس وقت سے لے کر تا دم مرگ ہمارے دائرہ معلومات میں ایک نقطہ کا بھی اضافہ نہیں ہوتا، قدماء کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کتاب سینکڑوں بار پڑھ کر بھی ان کو تسکین نہیں ہوتی، قید خانوں میں بھی بغیر علمی شغل کے انہیں چین نہ آتا تھا، ایک ایک مسئلہ کے حل کے لئے سینکڑوں میل پیادہ پا طے کرتے تھے، ایک ایک کتاب کی تصنیف و مطالعہ میں چالیس چالیس اور پچاس برس صرف کردیتے تھے، جن کی وجہ سے قوم تاج شاہی سے بڑھ کر عمارتوں کی عزت کرتی تھی، تخت و تاج سے زیادہ منبر اس کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتا تھا۔

علامہ مسعودیؒ نے کتاب کی کس قدر فصیح اور صحیح تعریف کی ہے: ''اے میری کتابو! تم میری جلیس و انیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تم پچھلوں اور پہلوؤں کو ایک عالم میں جمع کردیتی ہو، تمہارے منہ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں دونوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو، لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو، لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو، لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

جاحظ کہتا ہے: ''کتاب سب سے بہتر خزانہ، بہتر ہمنشیں، بہتر شغل ہے، تنہائی کی دوست اور مسافرت کی رفیق ہے۔ وخیر جلیس للرجال کتاب (انسان کا سب سے بہتر ہم نشیں اس کی کتاب ہے) منصور بن مہدی نے مامون سے پوچھا کہ ہم کو علم کب تک حاصل کرنا چاہئے؟ مامون نے جواب دیا کہ جب تک جسم میں جان ہے۔

حضرت ابن عمرؓ جن سے بڑھ کر صحابہ میں کوئی متبع سنت نہ تھا، ان کے پوتے عبداللہ بن عبدالعزیز کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کی صحبت سے بھاگتے تھے، ہمیشہ ہاتھ میں کوئی کتاب لے کر قبرستان میں چلے جاتے تھے اور اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے، لوگوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: یہ گورستان سے بڑھ کر کوئی ناصح، کتاب سے بڑھ کر کوئی مونس اور تنہائی سے بڑھ کر کوئی محافظ ہم کو نظر نہیں آتا۔ (کتاب المحاسن والاضداد: ۳)

حضرت امام ابن شہاب زہریؒ (المتوفی ۱۲۴ھ) بہت بڑے تابعی اور علم حدیث کے رکن اعظم ہیں، امام مالکؒ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوریؒ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام زہری جب اپنے گھر میں بیٹھتے تھے تو چاروں طرف کتابوں کا انبار رہتا تھا، وہ ان کتابوں کے مطالعہ میں اس قدر مصروف ہوجاتے تھے کہ ان کو کسی چیز کی کچھ خبر نہیں رہتی تھی، ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آکر کہہ دیا: خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔ (ابن خلکان: ۱/۴۵۱)

علمائے سلف کی تاریخ میں علمی شوق میں خارجی دنیا کو بھول جانے کے متعدد واقعات ہیں۔

امیر محمود الدولہ ابن فاتک مصر کا ایک نہایت مشہور رئیس، طبیب اور فاضل تھا، انہیں مطالعہ کا اس غایت درجہ کا شوق تھا، ایک بہت بڑا کتب خانہ ان کی ملکیت میں تھا، سواری سے جب اترتا سیدھا کتب خانہ میں چلا جاتا اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا، مطالعہ اور تصنیف اس کی زندگی کا شغل تھا اور انہیں کو وہ اپنی زندگی کی غایت اور مقصد سمجھتا تھا اور وہ اپنے ان اشغال میں اس محویت کے ساتھ مصروف تھا کہ بیوی بھی اس کو اپنی طرف مائل نہ کرسکی، محمود الدولہ نے جب وفات پائی، اس کی بیوی رنج و غصہ اور جوش انتقام میں اپنی سہیلیوں کو لے کر اٹھی اور رو رو کر کتب خانہ کی ایک ایک کتاب حوض میں ڈال دی۔ (طبقات الاطباء: ۲/۹۹) یونس بن حبیب نحوی (المتوفی ۱۸۲ھ) نحو و عربیت کا امام تھا، اس کی مجلس درس میں طلبہ کو اس قدر لطف آتا تھا کہ ایک ایک شاگرد دس دس برس تک متصل اس کی مجلس میں شریک رہا ہے، امام موصوف کو طلب علم کا شوق اس قدر محبوب تھا کہ مرتے دم تک شادی نہ کی۔ (ابن خلکان: ۱/۴۱۶) یاقوت حموی جو مسلمانوں میں بہت بڑا جغرافیہ داں گذرا، وہ اپنے وطن اور اہل و عیال کو چھوڑ کر مدتوں مرو میں اس لئے پڑا رہا کہ وہاں کے کتب خانے اس کے لئے زنجیر پا تھے، وہ خود لکھتا ہے کہ کتب خانے کی دو سو کتابیں میرے گھر میں پڑی رہتی تھیں اور میں اس کی خوشہ چینی میں مصروف تھا، اس کتب خانے کی محبت نے دل سے ہر شہر کی محبت بھلا دی تھی اور اہل و عیال سے بے خبر کردیا تھا۔ (معجم البلدان، ذکر مرو)

علمائے اسلام میں امام رازیؒ کا جو رتبہ ہے اس سے کس کے کان آشنا نہیں، امام کو جو علمی پایہ زمانے نے دیا وہ اس سے ظاہر ہے کہ سینکڑوں برس گذرنے پر بھی عربی درسگاہوں کے در و دیوار سے امام رازیؒ کی صدا آرہی ہے، دنیاوی فروغ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خوارزم شاہ جو بڑے سطوت و جبروت کا بادشاہ تھا، وہ خود امام سے ملنے کو ان کے گھر آتا تھا، سلطان محمود اور سلطان حسین ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے، لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام کا یہ فضل و کمال ان کی کوشش مطالعہ اور محنت کا رہین منت نہیں ہے؟ امام صاحب ہر وقت علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے، یہاں تک کہ کھانے میں بھی جو وقت صرف ہوتا تھا، امام صاحب کو اس کے ضائع ہونے کا افسوس تھا، امام صاحب کا قول تھا: ''واللہ انی أتأسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز'' (خدا کی قسم مجھ کو کھانے کے وقت میں علمی مشغولیت کے فوت کا افسوس ہوتا ہے، کیونکہ زمانہ اور بہت عزیز ہے)۔ (عیون الانباء: ۲/۲۳)

فتح بن خاقان، خلیفہ متوکل کا وزیر تھا، ایک وزیر کے لئے علمی شوق قائم رکھنا نہایت مشکل تھا، فتح بن خاقان اپنی عبا کی آستین اور جیب میں ہمیشہ کتاب رکھتا تھا، جب خلیفہ دربار سے کسی کام کو اٹھ جاتا تھا تو فتح خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا یا خود فتح جب نماز و ضروری حاجت کے لئے اٹھتا تھا تو آمد و رفت کے راستہ میں بھی کتب بینی سے باز نہیں آتا تھا۔ (فوات الوفیات: ۲) ثعلب شیبانی (المتوفی ۲۹۱ھ) جو فن نحو و لغت کا امام تھا، اس کو کتب بینی سے اس قدر شغف تھا کہ راستہ میں بھی وہ اس لطف سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا اور آخر وہ اسی شوق کا شہید ہوا، جامع مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آرہا تھا، ہاتھ میں کتاب تھی اور آنکھیں مطالعہ میں مصروف تھیں، ایک گھوڑے کی ٹھوکر لگی، جس کے صدمہ سے جان دیدی۔ صاحب ابن عباد (المتوفی ۳۸۵ھ) تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا، سلطنت سامانیہ کا وزیر تھا اور علم و ادب و انشاء پردازی کا امام وقت تھا، صاحب کو کتب بینی سے عشق تھا، سفر ہو یا اقامت وہ مطالعہ سے فارغ نہ تھا، کتب بینی کے ساتھ اس کا عشق اس سے ظاہر ہوگا کہ خاندان بنو بویہ کے عظیم الشان بادشاہ نوح بن منصور نے صاحب سلطنت بویہ کی وزارت کی خواہش کی اور بخارا بلایا تو منجملہ اعذار کے صاحب نے سب سے بڑا عذر یہ پیش کیا کہ یہاں سے ہٹنے کے لئے صرف میری کتابوں کی باربرداری کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوگی، صاحب ابن عباد جب عام سفر کے لئے نکلتا تھا تو تمیں اونٹوں پر صرف علم و ادب کی کتابیں لدی رہتی تھیں۔ (ابن خلکان: ۱/۳۰)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی جس پایہ کے شخص تھے، وہ ان کی تصنیف قاموس سے ظاہر ہے، جس کی مقبولیت کی انتہا ہے کہ خود لغت کا نام قاموس قرار پا گیا، علامہ فیروز آبادی ۷۳۰ھ میں شیراز کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور ۸۳۰ھ میں یمن کے ایک شہر میں وفات پائی، یمن کے قاضی تھے، ہندوستان میں چند بار آئے، ۷۹۰ھ میں علامہ فیروز آبادی جب تیمور سے ملے تو اس نے نہایت تعظیم کی، لیکن یہ درجہ بدرجہ رتبہ کمال علامہ موصوف کو بلا کوشش مطالعہ حاصل ہوا، خود ان کا بیان ہے کہ ہر روز جب تک میں دو سو سطریں حفظ نہ کرلیتا، رات کو آرام نہ کرتا، یہ شوق سفر میں بھی معدوم نہ ہوتا، جب علامہ موصوف سفر میں چلتے تو سامان سفر میں چند اونٹوں پر صرف ان کے مطالعہ کی کتابیں لدی رہتیں۔ (ابن خلکان: ۱/۳۳۴)

ابوالحسن لؤلوئی ایک دوسرا فاضل ہے، مطالعہ کے ساتھ اس کو اس قدر شغف تھا کہ نیند میں بھی کتاب اپنے ہاتھ سے الگ نہیں کرتا تھا، لؤلوئی کا خود بیان ہے کہ چالیس دن تک میرا یہ عالم تھا کہ شب و روز میں اگر کبھی سویا بھی تو کتاب میرے سینے پر رکھی رہی۔ (کتاب الحیوان) عبداللطیف بغدادی جس زمانے میں وہ امام غزالیؒ کی تصنیفات، مقاصد، معیار، میزان، محک النظر وغیرہ دیکھ رہا تھا، راتوں کو نیند اور استراحت اس نے ترک کردی تھی۔ ابن رشد جو مشرق کا فیلسوف اعظم ہے، اس کو کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ تمام عمر میں تین راتوں کے سوا اور کبھی اس سے یہ فریضہ قضا نہیں ہوا۔ (الندوہ، حالات ابن رشد) مولیٰ حافظ رات رات بھر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ (شقائق نعمانیہ: ۱/۵۰۱)

ابونصر فارابی کو جس چیز نے مشرق کا سب سے نامور حکیم بنادیا، وہ کتابوں کا مطالعہ ہے، گو فارابی مفلس اتنا تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا (ابن خلکان: ۲/۳۷) مگر شوق چین نہ لینے دیتا تھا، رات کو جاگ جاگ کر پاسبانوں کی قندیل کی روشنی میں مطالعہ اور تصنیف کرتا تھا (طبقات الاطباء: ۲/۳۴) ایک شب کو علی بن حسن اور عبداللہ بن مبارک نماز عشاء پڑھ کر مسجد سے نکلے تو ایک حدیث کا ذکر چھڑ گیا باہمی مکالمہ کے سلسلہ میں دونوں بزرگواروں نے کھڑے کھڑے صبح کردی (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۵۲) بحر العلوم کا شوق مطالعہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگا کہ ایک شام کو ان کو ایک نئی کتاب ملی، اس کو سرسری طور سے دیکھنے کے لئے ایک چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے، کتاب کے مضامین میں کچھ ایسی محویت طاری ہوئی کہ جب تک چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی اطلاع نہ دی، خبر نہ ہوئی (الندوہ، بحر العلوم)

آج ہم ایک کتاب کو ایک بار بھی دیکھتے ہیں تو اکتا جاتے ہیں، علمائے سلف ایک ایک کتاب کو سینکڑوں بار دیکھتے تھے اور پیاس نہیں بجھتی تھی، ابونصر فارابی نے ارسطو کی کتاب النفس کا سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا (ابن خلکان: ۱/۲۵۲) ابن سینا اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کے بعد کے تمام حکماء اور فلاسفر اس کی تصنیفات کے دریوزہ گر ہیں، لیکن اس فضل و کمال کا مالک صرف اس لئے ہوا کہ سلطنت سامانیہ کا وسیع کتب خانہ اس کی آنکھوں کے لئے وقف تھا، ایام طالب علمی میں ایک شب بھی کامل اس کی آنکھوں نے خواب کا لطف نہیں اٹھایا اور نہ کسی روز سوا مطالعہ کے کوئی دوسرا شغل رہا، ایک ایک کتاب کو بیسیوں بار پڑھا، خود ابن سینا کا بیان ہے کہ میں نے فارابی کی کتاب مابعد الطبیعات کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا (طبقات الاطباء: ۲/۳۷) امام مزنی، امام شافعی کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں، لیکن کیا تم اس امتیاز اور ان کے اس درجہ امامت کا سبب ڈھونڈتے ہو؟ امام مزنی اپنے شاگرد سے کہتے ہیں کہ میں امام شافعی کی صرف ایک تصنیف کا متواتر پچاس سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ (ابن خلکان: ۱/۳۱۲) ابوالمظفر بن معروف مصری چھٹی صدی کا ایک مشہور فاضل تھا، کتب بینی کا اس درجہ کا شوق تھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، جس میں مختلف فن کی ہزاروں کتابیں تھیں اور یہ تمام کتابیں اس کی نظر سے گذر چکی تھیں اور ہر ایک کتاب پر اس کے خود ہاتھ کے حاشیے چڑھے ہوئے تھے، ابوالمظفر کا زیادہ تر وقت اسی کتب خانہ میں بسر ہوتا تھا (طبقات الاطباء: ۲/۱۰۸) اندلس کے خلیفہ حکم نے جو عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا، اس میں چار لاکھ کتابیں تھیں، حکم کے مداخل سلطنت کا اکثر حصہ اسی کتب خانہ پر صرف ہوتا تھا، ان کتابوں میں جو ظاہری اور ذاتی خوبیاں تھیں، ان سب میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ تمام کتابیں خلیفہ اندلس کے مطالعہ میں آچکی تھیں اور ہر ایک کتاب پر مصنف کی مختصر سوانح عمری اور نفس فن کے متعلق چند نادر تحقیقات خود اس کے قلم سے درج تھیں۔

ہندوستان میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ جن کے پاس فرنگی محل کا بہت بڑا کتب خانہ موجود تھا، ان کی سی سالہ زندگی کا اکثر حصہ اسی کتب خانہ میں بسر ہوا اور اکثر اپنے اس گراں بہا علمی خزانہ پر بھی ان کو قناعت نہیں ہوتی تھی۔

شیخ عبداللطیف بغدادی سلطان صلاح الدین کے دربار کا ایک مشہور فاضل تھا، جس کے فضل و کمال کو اس سے قیاس کرو کہ شیخ الاشراق کی تصانیف تک کو اپنی نظر میں نہیں لگاتا تھا، مصر، دمشق و حلب، عکا، موصل کی درسگاہیں، اس کے فیض تدریس سے مستفیض تھیں، اس کی کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ شب و روز ہمیشہ مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتا تھا، ابن ابی اصیبعہ مؤلف طبقات الاطباء شیخ کا شاگرد تھا، اس کا بیان ہے کہ شیخ کا کوئی وقت مطالعہ، تصنیف اور تفکر سے خالی نہ تھا، اسی کا اعجاز ہے کہ شیخ نے حدیث، فقہ، طب، تاریخ اور ادب میں بیسیوں تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ (طبقات الاطباء: ۲/۲۰۲)

مولانا عبدالحق ترکی دہلویؒ وسط ہندوستان کے سب سے پہلے محدث ہیں اور عام مؤرخین ان کو ہندوستان کا سب سے پہلا محدث تسلیم کرتے ہیں، بہرحال یہ انہیں کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان بھی علم حدیث کے فیض سے محروم نہ رہا اور ان کو علماء کی طرف سے امام المحدثین بالہند کا خطاب ملا، محدث موصوف نے اپنی محویت مطالعہ کا افسانہ خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے، رات کو چراغ کے سامنے جب وہ کتاب دیکھنے بیٹھتے تھے تو اس قدر محو ہوجاتے تھے کہ سر جھک جاتا تھا، ہمارے علماء سلف نے مطالعہ میں اپنے آپ گھلا دیا تھا، ہم صاحبان علم کو ان واقعات سے سبق لینا چاہئے۔

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

جنوبی چین کے شہر ماؤمنگ میں سمندری طوفان کے سبب 70 سے زائد مگر مچھ لاپتہ

جنوبی چین کے شہر ماؤمنگ میں سمندری طوفان ہائیکوئی سے پیدا ہونے والی سیلابی صورتحال کے سبب ایک فارم سے 70 سے زائد مگر مچھ لاپتہ ہو گئے ہیں، چینی میڈیا کے مطابق ماؤمنگ میں حکام نے فارم سے لاپتہ ہو جانے والے مگرمچھوں کو پکڑنے کے لیے آپریشن کا آغاز کردیا ہے اور قریبی آبادی میں رہنے والے افراد کو اپنے گھروں تک محدود رہنے کی ہدایات جاری کی ہیں، اطلاعات کے مطابق لاپتہ ہونے والے مگرمچھوں میں 69 بڑے اور چھ چھوٹے ہیں جب کہ ماؤمنگ میں شعبہ ایمرجنسی سے منسلک حکام اب تک صرف آٹھ مگرمچھوں کو پکڑ پائے ہیں (ایجنسی)

امریکی دھمکیاں نہیں تعلقات زیادہ اہم، کم جونگ اُن بذریعہ ٹرین روس پہنچ گئے

امریکہ کی جانب سے ''ہتھیاروں کی ڈیل پر واضح انتباہ'' کے باوجود شمالی کوریا کے رہنما کم جونگ اُن روس پہنچ گئے ہیں، برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز نے جاپانی میڈیا کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ کریملن کا کہنا ہے کہ کم جونگ اُن روسی صدر ولادیمیر پوتن کے ساتھ تفصیلی بات چیت کریں گے، شمالی کوریا کے سرکاری میڈیا نے اتوار کو بتایا تھا کہ کم جونگ اُن پیانیانگ سے اپنی نجی ٹرین کے ذریعے روس روانہ ہوئے اور وزیر خارجہ کے علاوہ اسلحہ سازی کی صنعت کے حکام اور اعلی فوجی حکام بھی ان کے ہمراہ ہیں، جاپان کی کیوڈو نیوز ایجنسی نے روسی عہدیدار کا نام ظاہر کیے بغیر منگل کو بتایا کہ کم جونگ اُن کو لانے والی ٹرین خاسان کے سٹیشن پر پہنچ گئی ہے جو شمالی کوریا سے روس کے مشرق بعید تک جانے والا مرکزی گیٹ وے ہے (ایجنسی)

لیبیا میں 20 ہزار ہلاکتوں کا خدشہ

بی بی سی میں شائع رپورٹ کے مطابق مشرقی لیبیا میں تباہ کن سیلاب سے مرنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ساحلی شہر درنہ کے میئر کا کہنا ہے کہ ہلاک شدگان کی تعداد 20 ہزار تک پہنچ سکتی ہے، عبدالمنعم الغیثی نے العربیہ ٹی وی سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اندازے شہر میں سیلاب سے مکمل طور پر تباہ ہونے والے علاقے کی آبادی کے تناسب سے لگائے گئے ہیں، طوفان ڈینیئل کے نتیجے میں ہونے والی شدید بارشوں کے بعد دو بند ٹوٹنے کے نتیجے میں آنے والے سیلاب سے اب تک پانچ ہزار سے زیادہ افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی جا چکی ہے جبکہ دس ہزار سے زیادہ لاپتہ ہیں، اقوام متحدہ کے ادارہ برائے پناہ گزین کا کہنا ہے کہ درنہ میں کم از کم 30 ہزار افراد بے گھر ہوئے ہیں۔ (ایجنسی)

ہمیں مہاتما گاندھی کی مثال کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے: انتونیو گوٹیرس

اقوام متحدہ کے سربراہ انتونیو گوتریس نے بدھ کو کہا کہ کسی کو گاندھی کی مثال نہیں بھولنی چاہیے۔ جی 20 سربراہی اجلاس کے دوران، گٹیرس نے مہاتما گاندھی کے مزار پر پہنچ کر خراج عقیدت بھی پیش کیا تھا، یہاں ایک پریس کانفرنس میں فلسطین کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں، گٹیرس نے کہا، "جی 20 کے دوران ہندوستان میں مہاتما گاندھی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے بھی گیا تھا، ہمیں گاندھی کی مثال نہیں بھولنی چاہیے (نیوز رپورٹ)

مراکش میں زلزلہ: شہری ملبے تلے دبے پیاروں کی واپسی کے منتظر

مراکش کے کوہ اطلس میں آنے والے زلزلے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد تقریباً 2900 تک پہنچ گئی ہے جبکہ 2500 سے زیادہ افراد زخمی ہیں، خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق ایک صدی سے زائد عرصے میں ملک میں آنے والے سب سے تباہ کن زلزلے کی وجہ سے شہری اب بھی خوفزدہ ہیں، دوسری جانب مراکش کی حکومت تباہ کن زلزلے کے باوجود ملک میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے اجلاس منعقد کرنا چاہتی ہے، معاملے کی آگاہی رکھنے والے ذرائع کا کہنا ہے کہ مراکش کی حکومت چاہتی ہے کہ شیڈول کے مطابق اکتوبر میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور ورلڈ بینک کے سالانہ اجلاس منعقد ہوں گے، اس سلسلے میں ابھی تک پلان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے ہونے والے اجلاسوں پر مراکش کے موقف پر تبصرہ کرنے سے گریز کیا تاہم دونوں اداروں کا کہنا ہے کہ فی الحال ان کی توجہ زلزلے سے ہونے والی تباہی اور امدادی کارروائیوں پر ہے، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے یہ اجلاس 2021 میں ہونا تھے؛ لیکن کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے دو مرتبہ ملتوی کر دیے گئے، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک ہر تین سال میں اپنے اجلاس ترقی پذیر معیشت والے ملک میں منعقد کرتے ہیں جس نے مضبوط معاشی پالیسیاں اور اچھی حکمرانی کا مظاہرہ کیا ہو۔ (نیوز رپورٹ)

الیکشن سے پہلے کریک ڈاؤن: بنگلہ دیش میں انسانی حقوق کے کارکنان کو قید کی سزا

بنگلہ دیش میں ایک مقامی عدالت نے جمعرات کو ملک کے صف اول کے دو انسانی حقوق کے کارکنان کو دو سال قید کی سزا سنادی ہے، فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق ناقدین کا کہنا ہے کہ مذکورہ سزائیں حکومت کی جانب سے الیکشن سے قبل جاری کریک ڈاؤن کا حصہ ہے، 63 سالہ عدیل الرحمان خان اور 57 سالہ ناصر الدین ایلان کئی دہائیوں سے اودھیکر نامی انسانی حقوق کی تنظیم کی قیادت کر رہے ہیں، تنظیم نے ہزاروں ماورائے عدالت قتل، اپوزیشن کے ارکان کی جبری گمشدگیوں اور پولیس بربریت کے دستاویزی ثبوت جمع کرنے پر کام کی ہے، جج ذوالفقار حیات نے عدالت میں فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ دونوں کو دو سال قید کی سزا دی جاتی ہے، عدیل الرحمان خان اور ناصر الدین ایلان کے خلاف الزامات 10 سال قبل ماورائے عدالت قتل کے حوالے سے بنائی گئی رپورٹ سے متعلق ہے، پراسیکیوٹر نذر الاسلام نے اے ایف پی کو بتایا کہ دونوں کو غلط معلومات شائع اور پھیلا کر مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور ریاست کے تشخص کو خراب کرنے پر دو سال قید کی سزا دی گئی ہے، دونوں افراد سزا سنانے کے دوران عدالت میں موجود تھے جس کے دوران کئی غیر ملکی سفیر بھی موجود تھے۔ (اردو نیوز ایجنسی)

منی پور کے پرتشدد واقعات پر انڈین حکومت کا ردعمل سُست اور نامناسب تھا: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے ماہرین نے انڈیا کی شمالی ریاست منی پور میں ہونے پر پرتشدد واقعات اور ہنگاموں کے دوران انڈین حکومت کے کردار پر سوال اٹھاتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے، خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق اقوام متحدہ کے ماہرین نے کہا ہے کہ منی پور میں ہونے والے تباہ کن نسلی فسادات، جنسی تشدد اور انسانی حقوق کی پامالی پر انڈیا کی حکومت کا ردعمل 'سست اور ناموزوں' رہا، پیر کو اپنے بیان میں اقوام متحدہ کے ماہرین کا کہنا تھا کہ ہمیں منی پور میں جسمانی وجنسی تشدد اور منافرت پھیلانے کے واقعات کے دوران انڈین حکومت اور وہاں کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کافی سست اور نامناسب اقدامات پر شدید تشویش ہے، رواں برس مئی میں منی پور میں ہونے والے پرتشدد واقعات کی رپورٹس کا اقوام متحدہ کے لگ بھگ 20 انسانی حقوق کے ماہرین نے جائزہ لیا ہے، رپورٹس کے مطابق اگست کے مہینے کے وسط تک منی پور میں ہلاکتوں کی تعداد 160 جبکہ زخمیوں کی تعداد 300 سے متجاوز تھی، اس کے علاوہ دسیوں ہزار افراد بے گھر ہو چکے ہیں اور ان پرتشدد واقعات کے دوران ہزاروں گھر اور سینکڑوں گرجا گھر بھی جلائے گئے ہیں، ماہرین نے صنفی تشدد کا بطور خاص ذکر کرتے ہوئے کہا کہ 'مختلف عمر کی سینکڑوں خواتین اور لڑکیوں بالخصوص کُوکی نسل کی خواتین پر ہونے والے جنسی حملے ہولناک تھے، انہوں نے کہا 'ان مبینہ پرتشدد واقعات میں ریپ، خواتین کو کھلے عام برہنہ چلانا، شدید مار پیٹ اور انہیں زندہ یا مردہ حالت میں جلانا شامل ہے۔' (نیوز ایجنسی)

9 دن کی محنت کے بعد غار میں پھنسے امریکی مہم جو کو نکال لیا گیا

ترکیہ میں ایک ہزار میٹر گہرے غار میں پھنسے امریکی مہم جو کو ریسکیو کر لیا گیا۔ امریکی مہم جو مارک ڈکی جنوبی ترکیہ میں ٹورس کے پہاڑوں میں مرکا غار میں ایک مہم پر تھے تاہم اس دوران ان کی طبیعت خراب ہوگئی، یورپ سے 150 ریسکیو اہلکار ڈکی کی مدد کے لیے پہنچے۔ (ایجنسی)

ایک عرب کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والے یہودی کو 11 سال قید

یروشلم کی مجسٹریٹ اسرائیلی عدالت نے مشرقی یروشلم سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان فلسطینی کارکن کو چاقو سے وار کرنے اور جان سے مارنے کی دھمکی دینے کے جرم میں دو یہودی نوجوانوں کو 11 سال اور 4.5 سال قید کی سزا سنائی ہے۔ جج ایلی ابربنیل نے کہا کہ مدعا علیہان نے لفظ کے ہر معنی میں دہشت گردی کی کارروائی کی منصوبہ بندی کی اور اسے انجام دیا، جج نے اس کیس کے مرکزی ملزم نوم ایلیملیک کو 11 سال قید کی سزا سنائی؛ کیونکہ اس نے حملے میں اہم کردار ادا کیا، اس پر 100,000 شیکل (30,000 ہزار ڈالر) جرمانہ عائد کیا، دوسرے ملزم نفتالی المقیس کو ساڑھے چار سال قید کی سزا سنائی، سزا کے فیصلے کے مطابق مذکورہ دونوں نوجوان 12 مئی 2021 کو مغربی یروشلم کے ایک بازار میں دو دیگر نوجوانوں کے ساتھ آئے تھے، انہوں نے منصوبہ بندی سے عرب نوجوان پر حملہ کیا تھا، غزہ کی پٹی اور یروشلم کے شیخ جراح محلے میں ہونے والی جھڑپوں کے تناظر میں انہوں نے ایک عرب نوجوان پر حملے کی کوشش کی، یہودیوں نے عربوں کے خلاف خونریز حملے کیے اور عربوں نے بھی ایسے ہی حملے کیے تھے، کشیدگی کی فضا قائم ہوگئی، جس کا انتہا پسندوں نے فائدہ اٹھا کر دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کو ہوا دی، انہوں نے اس عرب کو ایک ریستوران میں دیکھا جب وہ کچرا اٹھانے نکلا؛ چنانچہ وہ اس سے بات کرنے لگے کہ یہ معلوم کریں کہ آیا وہ عرب ہے یا نہیں۔ جب انہیں یقین ہو گیا تو اس کو مارنا شروع کر دیا۔ بعد میں یہ واضح ہوا کہ نوجوان عرب شخص (جس کی عمر 24 سال ہے) شیخ جراح کا رہائشی ہے۔ انجینئرنگ کا طالب علم ہے۔ ایک اسرائیلی ریسٹورنٹ میں کام کر کے اپنی تعلیم کا خرچ چلا رہا ہے۔ چھرا گھونپے جانے سے اس کا کافی خون بہہ گیا۔ وہ معذور ہو گیا۔ تب سے اس نے پڑھائی بھی چھوڑ دی۔ (اردو دنیا نیوز)

بائیڈن کے بیٹے پر آتشیں اسلحہ رکھنے کے قوانین کی خلاف ورزی پر فرد جرم عائد

صدر بائیڈن کے صاحبزادے ہنٹر بائیڈن Hunter Biden پر آتشین اسلحہ رکھنے کے وفاقی قوانین کی خلاف ورزی پر فرد جرم عائد کی گئی ہے، فرد جرم کے مطابق ہنٹر بائیڈن نے 2018 میں اسلحہ خریدتے وقت منشیات کے استعمال سے متعلق غلط بیانی کی تھی، یہ ہنٹر بائیڈن کے بارے میں طویل عرصے سے جاری تحقیقات میں اب تک کا تازہ ترین اور سب سے ٹھوس اقدام ہے، بائیڈن پر الزام ہے کہ انہوں نے اپنے منشیات کے استعمال کے بارے میں اس وقت جھوٹ بولا تھا جب انہوں نے اکتوبر 2018 میں آتشیں اسلحہ خریدا تھا، ڈیلاویئر کی وفاقی عدالت میں دائر فرد جرم کے مطابق ایسا اس عرصے میں ہوا جب ہنٹر نے کوکین کی لت سے نجات پانے کی کوشش کا اعتراف کیا تھا، صدر بائیڈن کے بیٹے کے کاروباری معاملات کی بھی تحقیقات کی جا رہی ہیں، ہنٹر بائیڈن سے ان کے کاروباری معاملات کے بارے میں بھی تفتیش کی گئی ہے، کیس کی نگرانی کرنے والے اسپیشل کونسل نے کہا ہے کہ وقت پر ٹیکس ادا کرنے میں ناکامی کے الزامات واشنگٹن یا کیلیفورنیا میں دائر کیے جا سکتے ہیں، جہاں وہ رہتے ہیں۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2023 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کر سکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ائیر کنڈیشننگ (٦) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

8825126782, 9835012335, 9304924575

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سهراب ندوی

علاقہ میوات میں کئی پہلوؤں سے امارت شرعیہ کا ریلیف ورک جاری

چھوٹے کاروباریوں کو ان کے کاروبار کھڑا کرنے ، مکانات کی تعمیر اور گرفتار شدہ نوجوانوں کے اہل خانہ کی مدد

ان دنوں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ اور جامعہ رحمانی مونگیر کے علماء کرام اور طلبہ کرام کا ایک وفد علاقۂ میوات (نوح، پلول اور بھرت پور) میں فساد زدگان کے درمیان ریلیف اور راحت رسانی کا کام کر رہا ہے۔اس وفد میں معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا احمد حسین قاسمی مدنی، مولانا مزمل حسین قاسمی، مولانا کبیر الدین رحمانی، مولانا عبدالعلیم رحمانی، مولانا اسلم رحمانی اور محمد عادل فریدی شریک ہیں۔یہ ٹیم مورخہ 5 ستمبر کو علاقہ میوات میں پہونچی ہے اور کئی پہلوؤں سے حالات کا جائزہ لینے کے بعد راحت رسانی کا کام انجام دے رہی ہے۔امارت شرعیہ کے ذریعہ کیے جا رہے کاموں میں چھوٹے کاروباریوں کو ان کے کاروبار کھڑا کرنے میں مدد، جن لوگوں کے مکانات منہدم ہوئے ہیں ان میں سے انتہائی ضرورت مند افراد کی مدد اور جن بے قصور نوجوانوں کو پولیس نے فساد کے الزام میں گرفتار کیا ہے اور ان کے اہل خانہ کی مدد شامل ہے۔

امارت شرعیہ کی ٹیم نے ان تینوں پہلوؤں پر حالات کا جائزہ لیا اور گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے مستحقین کی فہرست حاصل کی، امارت شرعیہ کی ٹیم نے راحت رسانی کے کام کے لیے نوح شہر، فیروز پور نمک، فیروز پور جھرکا، نگینہ، پلول شہر، حسن پور، جوگی پور، آزاد پور، نلہڑ، دودھ کی گھاٹی، شاہ پور نانگلی، اکبر پور، کلڈ ہرا، گھاسیڑہ، سالاہیڑی، سہولی، سرائے کھٹولا، نورنگ آباد، میولی، جھنڈ باس، مراد باس، ہوڈل، عزیز آباد، علی میو، ساکرس، ریٹھٹ، رجاکا، پنہانا، جئے سنگھ پور، کرمچند پور، ہاتھن گاؤں، ہتھین، دودولی، ناگلا اسلام پور، سانولیر، پہاڑی، گھیسیڑا، آڈبر، امام گنج بڑکلی، سلانا بھرت پور، ریہنا، نول گڑھ، ماہون، رنگلا راج پور، سنگر، اگون اور آزاد پور وغیرہ میں مقامی اہل خیر حضرات اور معززین کے تعاون سے مستحقین کا جائزہ لیا اور ان کی تفصیلات اکٹھی کی۔امارت شرعیہ کی جانب سے ان مستحقین کی مدد کی جا رہی ہے، چھوٹے کاروباریوں کو ریڑھی کے علاوہ کاروبار کھڑا کرنے کے لیے مالی مدد بھی کی جا رہی ہے، اس کے علاوہ گرفتار شدگان کے اہل خانہ اور جن لوگوں کے مکانات منہدم ہوئے ہیں ان کو مالی مدد بذریعہ اکاؤنٹ پہونچائی جا رہی ہے۔امارت شرعیہ کی اس ٹیم نے جمعہ کے روز مختلف مساجد کا بھی دورہ کیا جن کو فسادیوں نے نقصان پہونچایا تھا۔امارت شرعیہ کی اس ٹیم نے نوح اور پلول ضلع کے ان دکانداروں سے بھی ملاقات کی جن کے دکانوں کو منہدم کیا گیا، ان سے تسلی کے کلمات کہے اور ان کو حوصلہ دلایا، نیز قانونی چارہ جوئی کا بھی مشورہ دیا۔میوات میں امارت شرعیہ کا ریلیف ورک مختلف نوعیتوں سے جاری ہے اور ان شاء اللہ ضرورت مندوں کی مدد کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب، نائب امیر شریعت حضرت مولانا شمشاد رحمانی صاحب، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب اور امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران لگاتار حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ریلیف ٹیم کے ساتھ رابطہ میں ہیں۔جائزہ رپورٹ اور ریلیف ٹیم کے ذریعہ دستیاب کرائی جا رہی فہرست کے مطابق مرکزی دفتر امارت شرعیہ کی جانب سے مستحقین کو ڈائرکٹ ان کے اکاؤنٹ میں امداد فراہم کی جا رہی ہے۔ریلیف ٹیم کے قائد جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے اس موقع پر مقامی علماء کرام کا شکریہ ادا کیا ہے جن کی مستقل رہنمائی اور تعاون ریلیف ٹیم کو حاصل ہے جن کی مدد سے ریلیف ٹیم متاثرین تک پہونچنے، صحیح صورت حال کا جائزہ لینے اور متاثرین کی تفصیلات حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔بطور خاص مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نے دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا، ضلع بھرت پور کے مہتمم مولانا راشد قاسمی صاحب، مدرسہ کے استاذ مولانا الیاس قاسمی، مولانا ظہیر الدین صاحب قاضی شریعت دار القضاء مسلم پرسنل لابورڈ میل کھیڑلا، مولانا حسن قاسمی معاون قاضی دار العلوم محمدیہ و دار العلوم محمدیہ کے دیگر اساتذہ کرام، جامع مسجد پلول کے امام وخطیب مولانا لقمان قاسمی، مولانا شیر محمد امینی ڈائرکٹر مدرسہ ابی بن کعب گھاسیڑہ، مولانا قاری وسیم قاسمی پلول، مولانا مبارک صاحب پلول، جناب حاجی زبیر صاحب الوری، مولانا محمد صاحب امام جامع مسجد دودھ کی گھاٹی اور دیگر معززین وعلماء کرام کا شکریہ ادا کیا ہے، جنہوں نے وفد کا تعاون اور رہنمائی کی۔انہوں نے اہل خیر حضرات سے اپیل کی ہے کہ ریلیف کا کام ابھی جاری ہے، اس لیے جو حضرات متاثرین کی مدد کرنا چاہتے ہیں وہ امارت شرعیہ کو اپنا تعاون پیش کر سکتے ہیں۔

علاقہ میوات کے ضلع پلول ونوح میں بڑے پیمانے پر امارت شرعیہ کا ریلیف ورک

سیکڑوں خاندانوں کے درمیان ریڑھی ، سامان تجارت اور مالی امداد کی تقسیم ، گرفتار شدگان کے اہل خانہ کی بھی مالی امداد

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی جانب سے علاقۂ میوات کے فساد زدہ متاثرین کی اشک شوئی اور ان کے تعاون کے لیے علماء کا ایک وفد آپ کے علاقہ میں حاضر ہوا ہے۔ہم آپ سب کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس علاقہ میں امن وامان اور بھائی چارگی کی جو روایت صدیوں سے قائم رہی ہے، دوبارہ وہی حالات بحال ہو جائیں، آپ سب کو رزق حلال حاصل کرنے کے لیے امارت شرعیہ کی طرف سے ریڑھی اور فروخت کیے جانے والے اسباب تجارت دیے جا رہے ہیں، ساتھ ہی آپ سب کو اپنا اپنا کاروبار کھڑا کرنے کے لیے اور دوبارہ اپنی معیشت مضبوط کرنے کے لیے آپ سب کو مالی امداد بھی کی جا رہی ہے، ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ سب خوب محنت اور لگن سے ایمانداری کے ساتھ رزق حلال تلاش کرنے کے لیے تجارت کے عمل کو فروغ دیں گے، کیوں کہ تجارت کرنا اور اپنے اہل خانہ کے لیے روزی روٹی کا انتظام کرنا اسلام کا اہم حصہ ہے۔یہ باتیں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی ریلیف ٹیم کے قائد مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ نے مورخہ 13 اور 14 ستمبر کو ضلع پلول کے حسن پور اور ضلع نوح کے سالاہیڑی میں فساد متاثرین کے درمیان ریڑھی اور سامان تجارت کی تقسیم کے دوران متاثرین کو مخاطب کر کے کہیں۔

اس موقع پر مولانا نے امارت شرعیہ کی فلاحی ورفاہی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ہمیشہ پریشان حال انسانوں کے تعاون کے لیے پیش پیش رہتی ہے، ملک میں جہاں کہیں بھی کوئی آفت یا حالات کی ناہمواری کا سامنا ہوتا ہے تو ایسے موقع پر مذہب وملت کی تفریق کیے بغیر انسانیت کی بنیاد پر لوگوں کی مدد کے لیے آگے آتی ہے۔ضلع نوح اور پلول کے متاثرین میں جہاں مسلمانوں کے درمیان تعاون کا سلسلہ جاری ہے، وہیں ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو بھی تعاون کیا جا رہا ہے۔ابھی پہلے مرحلہ میں آپ سب کو اپنی معیشت کے لیے امداد کی جا رہی ہے، ان شاء اللہ وہ متاثرین جن کے مکانات منہدم کر دیے گئے ہیں یا ان کو نقصان پہونچایا گیا ہے، ایسے افراد کی بھی نشاندہی کر کے فہرست مرتب کر لی گئی ہے، ان شاء اللہ ان کے مکانات کی تعمیر اور مرمت کرانے میں امارت شرعیہ تعاون کرے گی۔

خیال رہے کہ امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ اور جامعہ رحمانی مونگیر کے علماء کرام اور طلبہ کرام کا ایک وفد علاقۂ میوات (نوح، پلول اور بھرت پور) میں فساد زدگان کے درمیان مورخہ 5 ستمبر سے ریلیف اور راحت رسانی کا کام کر رہا ہے۔اس وفد میں معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا احمد حسین قاسمی مدنی، مولانا سید محمد عادل فریدی دفتر نظامت امارت شرعیہ، مولانا مزمل حسین قاسمی شعبہ تبلیغ وتنظیم امارت شرعیہ، مولانا کبیر الدین رحمانی، مولانا عبدالعلیم رحمانی، مولانا اسلم رحمانی نیز جامعہ کے طلبہ کی ایک جماعت شریک ہے۔

واضح ہو کہ 31 جولائی کو میوات میں دو فرقوں کے درمیان فساد پھوٹ پڑا جس سے درجنوں گاؤں متاثر ہوئے، فساد کے بعد حکومت نے بلڈوزر کے ذریعہ مسلمانوں کے دکانوں، مکانوں اور چھوٹے کاروباریوں کی ریڑھی پٹریوں کو اجاڑ دیا۔سیکڑوں بے قصور مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ان متاثرین کے درمیان راحت رسانی کے کام کے لیے امارت شرعیہ کی ٹیم مورخہ 5 ستمبر کو علاقہ میوات میں پہونچی اور کئی پہلوؤں سے حالات کا جائزہ لینے کے بعد بڑے پیمانے پر راحت رسانی کا کام انجام دیا۔امارت شرعیہ کی جانب سے 80 خاندانوں کے درمیان ریڑھی، سامان تجارت کی تقسیم کی گئی اور بذریعہ اکاؤنٹ ان کی مالی امداد کی، ان کے علاوہ ایک سو سے زیادہ گرفتار شدہ نوجوانوں کے اہل خانہ اور جن غرباء کے مکانات منہدم کیے گیے تھے، ان کی مالی مدد بھی بذریعہ اکاؤنٹ کی گئی۔

امارت شرعیہ کی ٹیم نے جن گاؤں اور قصبہ کے مستحقین کے حالات کا جائزہ لیا اور ان کی امداد کی ان میں نوح شہر، فیروز پور نمک، موہرو کا نانگلہ، کانپور نانگلہ، فیروز پور جھرکا، نگینہ، پلول شہر، حسن پور، جوگی پور، آزاد پور، نلہڑ، دودھ کی گھاٹی، شاہ پور نانگلی، اکبر پور، کلڈ ہرا، گھاسیڑہ، سالاہیڑی، سہولی، سرائے کھٹولا، نورنگ آباد، میولی، جھنڈ باس، مراد باس، ہوڈل، عزیز آباد، علی میو، ساکرس، ریٹھٹ، رجاکا، پنہانا، جئے سنگھ پور، کرمچند پور، ہاتھن گاؤں، ہتھین، دودولی، ناگلا اسلام پور، سانولیر، پہاڑی، گھیسیڑا، آڈبر، امام گنج بڑکلی، سلانا بھرت پور، ریہنا، نول گڑھ، ماہون، رنگلا راج پور، سنگر، اگون اور آزاد پور وغیرہ شامل ہیں۔میوات میں امارت شرعیہ کا ریلیف ورک مختلف نوعیتوں سے جاری ہے اور ان شاء اللہ ضرورت مندوں کی مدد کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جن غرباء کے مکانات منہدم ہوئے ہیں، مکان کی تعمیر کے لیے بھی ان کی مدد کی جائے گی۔

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب، نائب امیر شریعت حضرت مولانا شمشاد رحمانی صاحب، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب اور امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران لگاتار حالات پر نظر رکھے ہوئے رہے اور ریلیف ٹیم کے ساتھ رابطہ میں رہے۔جائزہ رپورٹ اور ریلیف ٹیم کے ذریعہ دستیاب کرائی جا رہی فہرست کے مطابق مرکزی دفتر امارت شرعیہ کی جانب سے مستحقین کو ڈائرکٹ ان کے اکاؤنٹ میں امداد فراہم کی گئی۔ریلیف ٹیم کے قائد جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے اس موقع پر مقامی علماء کرام کا شکریہ ادا کیا ہے جن کی مستقل رہنمائی اور تعاون ریلیف ٹیم کو حاصل ہے جن کی مدد سے ریلیف ٹیم متاثرین تک پہونچنے، صحیح صورت حال کا جائزہ لینے اور متاثرین کی تفصیلات حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔بطور خاص مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نے دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا، ضلع بھرت پور کے مہتمم مولانا راشد قاسمی صاحب، مدرسہ کے استاذ مولانا الیاس قاسمی، مولانا ظہیر الدین صاحب قاضی شریعت دار القضاء مسلم پرسنل لابورڈ میل کھیڑلا، مولانا حسن قاسمی معاون قاضی دار العلوم محمدیہ، قاری مرشد صاحب و دار العلوم محمدیہ کے دیگر اساتذہ کرام، مولانا محمد اطہر صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ جامعۃ الامام ابی حنیفہ میملی، الور، جامع مسجد پلول کے امام وخطیب مولانا لقمان قاسمی، مولانا شیر محمد امینی ڈائرکٹر مدرسہ ابی بن کعب گھاسیڑہ، مولانا قاری وسیم قاسمی پلول، مولانا مبارک صاحب پلول، جناب حاجی زبیر صاحب الوری، مولانا محمد صاحب امام جامع مسجد دودھ کی گھاٹی اور دیگر معززین وعلماء کرام کا شکریہ ادا کیا ہے، جنہوں نے وفد کا تعاون اور رہنمائی کی۔مقامی علماء کرام نے بھی امارت شرعیہ کے کاموں کو سراہا اور اس کی تحسین کی اور کہا کہ امارت شرعیہ کی اس ریلیف ٹیم کی آمد سے علاقہ کے متاثرین کو حوصلہ ملا۔

بہتر مستقبل کی تعمیر کے لیے کیریر کونسلنگ کا سہارا لیں

آج کل رزلٹ کا موسم چل رہا ہے۔ کبھی HSC تو کبھی SSC اور کبھی ڈگری لیولز کا رزلٹ پے در پے آرہا ہے، جس کے بعد تمام طلبہ و طالبات کا رخ کالج اور یونیورسٹیوں کی طرف ہوگیا ہے، لیکن افسوس ناقص معلومات اور کم آگاہی کی بنا پر بہت سے طلبہ غلط مضامین کا انتخاب کرتے ہیں، جس کی اصل وجہ کیریئر کونسلنگ کے اداروں کا فقدان ہے۔

اس دور میں کیریئر کونسلنگ کی تعلیمی میں میدان بہت اہمیت وضرورت ہے، اس کی مدد سے نہ صرف طلبہ صحیح مضامین کا انتخاب کرتے ہیں؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہیں ان مضامین کی اہمیت و مستقبل قریب کے بارے میں بھی اہم معلومات ملتی ہیں، معاشرے میں ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک ایسا پیشہ اختیار کیا جائے جو بامقصد ہو، اور اس کے مزاج کے عین مطابق بھی ہوتا کہ ہر کوئی اپنے معاش کے حصول کے ساتھ ساتھ معاشرے کی ترقی میں اپنی صلاحیتوں سے بھرپور حصہ ڈال سکے، طلبہ کو اب آٹھویں کلاس کے بعد ہی اپنے کیریئر کے متعلق سوچنا شروع کردینا چاہیے، کیونکہ جتنی جلدی وہ سوچیں گے اتنی ہی جلدی وہ اپنے من پسند کیریئر کی معلومات اکٹھی کرپائیں گے، کیریئر منتخب کرنے سے قبل ضروری ہے کہ وہ موجودہ کیریئر کے بارے میں جاننے کے ساتھ ہی ساتھ مستقبل میں آنے والے نئے کیریئرس کے متعلق بھی اندازہ لگائیں، یہاں ہم کیریئر کی تین اقسام بیان کررہے ہیں، جن سے طلبہ کو اپنے لیے صحیح سمت کا تعین کرنے میں آسانی ہوگی۔

روایتی کیرئیر: یہ وہ کیریئر ہیں جو بہت پہلے سے چلے آرہے ہیں اور آج بھی رائج ہیں اور ان میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں بھی ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً: ڈاکٹر، انجینیئر، ٹیچر وغیرہ۔

ماڈرن کیریئر: یہ موجودہ زمانے میں رائج کیرئیرس ہیں؛ لیکن ان میں روز بروز تبدیلی آتی جارہی ہے۔ زمانے کی رفتار کافی تیز ہوچکی ہے، دنیا میں موجود ساری معلومات تقریباً 3 سال میں دوگنی ہوجاتی ہیں، مقابلہ جاتی دور ہے، روایتی تعلیمی قابلیت کے ساتھ skills اور communication پر بھی زور دیا جارہا ہے، ہر شعبے میں specialization اور super۔specialization شروع ہوچکا ہے۔

مستقبل کے کیریئرس: یہ وہ کیریئر ہیں جو آنے والے دنوں میں ترقی پاسکتے ہیں، اس کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ ان کے علاوہ دوسرے کیریئرس میں مستقبل نہیں ہے، یہ صرف ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث فروغ پانے والے کیریئرس ہیں، عموماً طلبہ کیریئر کا انتخاب والدین، رشتہ دار، اساتذہ اور دوستوں کی مرضی سے کرتے ہیں یا پھر کیریئر کا انتخاب میڈیا کی تشہیر کی بنا پر کیا جاتا ہے، یہاں کچھ معلومات دی جارہی ہیں، جنہیں دیکھ کر آپ اپنی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کیریئر کا انتخاب کرسکتے ہیں۔

سائنس: PCM Group (physics, chemistry,Math) اگر آپ یہ گروپ فالو کرتے ہیں تو آگے آپ کیلیے مزید یہ کورسز ہیں: (1)۔ انجینئر نگ، اس فیلڈ میں ایڈمیشن کیلیے آپ کو انٹرنس ایگزام دینا ہوگا، یہ چار سالہ کورس رہے گا

(IIT, JEE,GATE, UPSEE)B.E.,B.Tech.Computer science Mechanical.Electronics and communication.Electrical.Civil Information technology

.(2) بیچلر آف آرکیٹکچر، آرکیٹکچر ڈیزائنر کورس، انٹیرئر ڈیزائنر کورس، پروجیکٹ ڈیزائنر، اسسٹنٹ مینیجر

(Physics, chemistry, biology)PCB Group

اگر آپ یہ گروپ فالو کرتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کے لیے میڈیکل فیلڈ ہے اور اس کے لیے مندرجہ ذیل انٹرنس ایگزام دینے ہوں گے۔

NEET, AIIMS,JIPMERetc،(MBBS،BAMS،BDS،BUMS،BYMS)

یہ سبھی کورسز ساڑھے پانچ سال کے ہوتے ہیں، صرف BDS چار سالہ کورس ہوتا ہے۔ مزید کچھ Allied Medicine کورسز ہوتے ہیں۔ Physiotherapy، Audiology، Radiology، Etc،research Clinical

(3) بی ایس سی (بیچلر آف سائنس) نیوٹریشن اینڈ ڈائٹیشن، فارمیسی، بائیو کیمسٹری، مائکرو بایولاجی، فارنسک سائنس، نرسنگ، یہ چار سالہ کورس ہے، اسٹیٹ انٹرنس ایگزام دے کر آپ ایڈمیشن لے سکتے ہیں، ماحولیاتی سائنس، یہ تین سالہ کورس ہے۔ بارہویں کے بعد اس میں ایڈمیشن لے سکتے ہیں۔ گریجویشن کے بعد آپ Environment journalist بن سکتے ہیں، یا ای فوٹوگرافر وغیرہ، بی پی ٹی (بیچلر آف فزیوتھراپسٹ) یہ چار سالہ کورس ہے، انٹرنس ایگزام کے ذریعے آپ ایڈمیشن لے سکتے ہیں؛ اگر آپ کامرس لینا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے بہت سارے انڈر گریجویٹ کورسز موجود ہیں:

Bachelor of banking and)BBI،(bachelor of commerce)B. Com (bachelor of Accounting nd finance)BAF،(insurance bachelor of mass)BMM(bachelor of mangement studies)BMS bachelor)BBA(bachelor of buisness management)BBM(media bachelor of computer)BCA(of buisness Administration (bachelor of economics)BEc(application یہ سبھی تین سالہ کورسز ہوتے ہیں، اور اس کیساتھ ساتھ دوسری طرف آپ پروفیشنل کورسز بھی کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سی اے یا سی ایس اور ان دونوں کیلیےانٹرنس ایگزام لازمی ہوتا ہے۔ گریجویشن بعد آپ اس میں ماسٹرز کرسکتے ہیں۔ اور اسٹاک مارکیٹنگ کے بھی بہت سے سرٹیفکیٹ کورسز ہوتے ہیں، جو آپ انڈر گریجویٹ کورس کے ساتھ کرسکتے ہیں، اگر آپ آرٹس پسند کرتے ہیں تو آپ کے لیے لازمی سبجیکٹ انگلش رہے گا، سیکنڈ لینگویج اردو اور ان کے علاوہ آپشنل مضامین آپ اپنی پسند سے رکھ سکتے ہیں۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ آرٹس فیلڈ میں آپ کے لیے کیا کیا کیریئر opportunities موجود ہیں۔

bachelor of)BMS(bachelor of buisness Administration)BBA bachelor)BEM(bachelor of fine arts)BFA(mangement studies mass bachelor of journalism &),BJMC(of event management (bachelor of fashion Designing),BFD(communication bachelor of buisness)BBS(bachelor of social work)BSW ,Bachelor of Interiar Designing, Bachelor of Hospitality ,(studies and Hotel Management وغیرہ

یہ سارے سبھی اسٹریم والے کرسکتے ہیں، سائنس، کامرس، آرٹس، لاء، بی اے + لاء، یہ integrated کورس ہوتا ہے۔ پانچ سالہ بارہویں کے بعد۔ یا پھر آپ گریجویشن کے بعد بھی لاء کرسکتے ہیں۔ تین سالہ کورس ہوتا ہے، ہندوستان کی اعلیٰ یونیورسٹیز اور اداروں سے انجینئر نگ اور میڈیکل کے علاوہ اور مختلف کورسز کرسکتے ہیں۔

1۔ سینٹرل یونیورسٹی: جو یونیورسٹی مرکزی حکومت کے زیر نگرانی ہوتی ہے اسے سینٹرل یونیورسٹی کہتے ہیں، پورے ملک میں تقریباً 24 سینٹرل یونیورسٹیز ہیں، ان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جواہر لال یونیورسٹی دہلی، حیدرآباد سینٹرل یونیورسٹی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد وغیرہ اہم یونیورسٹی ہیں، ان یونیورسٹیز کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ یہاں کی فیس کم ہوتی ہے اور کورس کی اہمیت بہت زیادہ، سینٹرل یونیورسٹی سے کیے جانے والے کورسز: سائنس کے میدان میں: سائنس کی کوئی بھی فیلڈ سے آپ یہاں سے تین سالہ BSc کورس کرسکتے ہیں۔ مثلاً: بی ایس سی (بائیولوجی، فزکس، کیمسٹری، آئی ٹی، میتھ، نرسنگ، وغیرہ) آرٹس کے میدان میں کیے جانے والے کورسز: آرٹس کے تمام کورسز تین سال کے ہوتے ہیں۔ بی اے (سوشل سائنس) بی اے (تاریخ) بی اے (معاشیات) بی اے (سیاسیات) بی اے (اسلامک اسٹڈیز) بی اے (اردو، ہندی، انگریزی، فارسی، وغیرہ) بی اے (انٹرنیشنل اسٹڈی) بی اے (جرنلزم) ان یونیورسٹیز سے ماسٹرز کورسز بھی کیے جاسکتے ہیں۔

ان یونیورسٹیز میں داخلہ کیسے لیا جائے؟: سینٹرل یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے بارہویں کے بعد سی یو ای ٹی CUET انٹرنس امتحان ہوتا ہے، جو قومی سطح پر ہوتا ہے، سی یو ای ٹی کے اسکور کے بنا پر ہی داخلہ ہوتا ہے، اس امتحان میں متعلقہ فیلڈ سے متعلق سبجیکٹ ہوتے ہیں اور کچھ جنرل، انگلش وغیرہ۔ ان کورسز کے بعد آپ ریسرچ، ٹیچنگ، حکومتی اداروں وغیرہ میدانوں میں بہترین کیریئر بناسکتے ہیں۔

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنس: TISS ٹی آئی ایس ایس سماجی علوم کا ہندوستان کا سب سے بہترین ادارہ ہے، یہ ادارہ ممبئی، حیدرآباد، تلجاپور ضلع عثمان آباد، گوہاٹی؛ ان شہروں میں اس کی شاخ قائم ہے، عام طور پر ٹی آئی ایس ایس میں ماسٹر کورسز زیادہ ہوتے ہیں؛ لیکن کچھ سالوں سے چند گریجویٹ کورسز بھی شروع کیے گئے ہیں۔

''ٹس'' میں بارہویں کے بعد ہونے والے کورسز: چار سال (یہ کورس ممبئی اور تلجاپور میں ہی موجود ہے) بی اے سوشل سائنس (BASS) چار سال (یہ کورس تلجاپور اور گواہٹی میں موجود ہے) بی ایس۔ چار سال (یہ کورس صرف ممبئی میں موجود ہے) (Bachelor of Science in Analytics &Sustainable studies) ان کورسز میں داخلہ کے لیے بارہویں کسی بھی فیلڈ سے پاس ہونا لازمی ہے، اور سی یو اے ٹی انٹرنس دینا لازمی ہوگا۔ ٹی آئی ایس ایس کا پلیسمنٹ ریکارڈ کافی اچھا ہے۔ اس لیے بارہویں کے بعد ''ٹس'' ایک بہت اچھا آپشن ہے۔

انسٹیٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن اینڈ جرنلزم (IIMC) دہلی: آئی آئی ایم سی دہلی، ہندوستان کا مشہور و معروف جرنلزم اور ماس کمیونیکیشن کا ادارہ ہے۔ اس ادارے میں گریجویشن کے بعد ایک سالہ ڈپلومہ ہوتا ہے۔ جو طلبہ جرنلزم میں اپنا کیریئر بنانا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ بہترین آپشن ہے۔ اس ادارے میں داخلے کے لیے گریجویشن کسی بھی فیلڈ میں ہونا لازمی ہے اور سی یو ای ٹی انٹرنس لازمی ہے، یہاں پر ہونے والے کورسز: ڈپلومہ ان جرنلزم (اردو، ہندی، انگریزی، مراٹھی، ریڈیو اینڈ ٹی وی، ملیالم، ایڈورٹائسمنٹ اور پی آر) اس ایک سالہ ڈپلومہ کے بعد ملک کی بہترین نیوز چینلز، اخبارات میں جاب کے لیے پلیسمنٹ ہوتا ہے۔

انگلش اینڈ فورین لینگویج یونیورسٹی (EFLU) حیدرآباد: یہ ایک سینٹرل یونیورسٹی ہے، جس میں چار سال کا بی اے مختلف زبانوں ہوتا ہے۔ یہاں ہونے والے بی اے کورس:

,French, German ,Italian, ,Japanese Korean Arabic, Spanish,)(BA (Humanities Performance Arts &)BA(Russian,Persian,English Digital Communication.)BA

اس میں داخلے کے لیے سی یو ای ٹی دینا لازمی ہے۔ اس کورس کے بعد ٹرانسلیشن، ٹراویل اینڈ ٹورزم انڈسٹری، فارین ایمبیسی، وغیرہ میں بہترین ہائی پیئنگ جاب حاصل کرسکتے ہیں۔ (ماخوذ)

Scanned with CamScanner

مسلمانوں میں حکمت عملی کا فقدان کیوں؟

حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی ؒ

چند سال پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ اتر پردیش کے ضلع غازی آباد لونی میں ماں اور تین بیٹیوں کا اجتماعی قتل کر دیا گیا، شوہر بھی شدید طور پر زخمی ہے۔ اگر چہ اجتماعی قتل کے واقعات ہمارے ملک میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس واقعہ کے کئی پہلو قابل غور ہیں۔ مثلا یہ کہ کئی قیمتی و معصوم جانیں صرف دوسو روپے کے سبب ہونے والے تنازعہ کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ دوسرے خاندان کا بھی ایک فرد اسی معمولی رقم کے جھگڑے میں مارا گیا۔ انسانیت کس مقام تک پہنچ گئی ہے؟ انسانوں کی نظر میں انسانوں کی کیا اہمیت ہے؟ بنی انساں کا خون کتنا سستا ہو گیا ہے؟ اس واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس واقعہ کا سب سے زیادہ تکلیف دہ اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس کا تعلق مسلم خاندانوں سے ہے۔ مسلمان جس کو انسانیت کے احترام کی تعلیم دی گئی، جس کو ناحق خون بہانے سے روکا گیا، اگر وہی مسلمان اتنی بے دردی کے ساتھ نہ صرف انسان کا بلکہ مسلمان کا خون بہائے اور اس میں عورتوں اور معصوم بچوں کا بھی خیال نہ کرے، تو اس سے زیادہ تعجب کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ مسلمان جسے بہت زیادہ رحم دل ہونا چاہئے، وہ اتنا شقی القلب کیسے ہو گیا۔ آج معمولی معمولی باتوں پر مسلم معاشرے میں جس بڑے پیمانہ پر انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، اتنا خون تو بڑے بڑے اسلامی معرکوں میں بھی نہیں بہا۔ مجاہدین اسلام کو میدان جنگ میں بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ آپے سے باہر ہو جائیں اور انتقام کے جذبہ کو اپنے اوپر سوار کر لیں۔ اسلام تو امن قائم کرنے کے لئے آیا ہے، اسلام نے قیام امن کے لئے پورا ایک نظام پیش کیا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن قائم کرنے کے لئے عظیم جدو جہد کی۔ اوس وخزرج کے درمیان برسہا برس سے جاری جنگ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کرا کر قتل کے ایک زبردست سلسلہ کو روک دیا اور قیامت تک مسلمانوں کے لئے ایک اعلی سبق چھوڑ دیا۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ ”مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں“۔ قرون اولی کے مسلمانوں نے اس پر کما حقہ عمل کیا۔ لیکن عہد حاضر کے مسلمانوں کو کیا ہوا ہے کہ ان میں سے کتنے باہم بھائی بھائی بن کر نہیں رہنا چاہتے، وہ ایک دوسرے کے کام نہیں آنا چاہتے، وہ اپنے پڑوسیوں کو ترقی کرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے، بلکہ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے معلوم ہوتے ہیں اور باہم بغض وحسد رکھتے ہیں۔ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ مسلم معاشرے میں نہ جانے کتنے واقعات آئے دن اس جیسے سامنے آتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ایک ایک بالشت زمین پر ایسے جھگڑے ہوتے ہیں کہ نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے، ذرا سی کہا سنی پر ایک ہی محلّہ کے افراد کے درمیان گالی گلوچ ہو جاتی ہے اور پھر بندوقیں نکل آتی ہیں، کچھ دیر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کئی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں، مسلک کے نام پر تنازعہ ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ بھی قتل عام تک پہنچ جاتا ہے، لاٹھیاں نکل آتی ہیں، فائرنگ شروع ہو جاتی ہے اور ایک ہی بستی میں رہنے والے یہ مسلمان ایک دوسرے کے خون کے اتنے پیاسے ہو جاتے ہیں کہ ناحق خون بہانے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ کئی بار دو لوگوں کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے تو وہ برادریوں کا جھگڑا بن جاتا ہے، حقائق اور انصاف کو پس پشت ڈال کر لوگ اپنی برادری کے فرد کی حمایت کرتے ہیں، پھر جھگڑے کی یہ آگ آنا فانا پھیل جاتی ہے اور جنگ کا سا ماحول بن جاتا ہے۔ مختلف برادریوں، مختلف قبیلوں مختلف مسلکوں اور مختلف خاندانوں کے لوگ ایک محلّہ ایک بستی اور ایک معاشرے میں بے خوف ہو کر زندگی کیوں نہیں گزار سکتے، وہ آپس میں محبت کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتے؟ جب کہ قرآن نے برادری، مسلک، خاندان اور قبیلہ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے سب کو بھائی بھائی بتایا ہے۔

مسلم گھرانوں، مسلم محلوں اور مسلم بستیوں میں ہونے والے باہمی جھگڑوں کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب غصہ ہوتا ہے، شروع میں کوئی معمولی بات ہوتی ہے لیکن جب فریقین کو غصہ آتا ہے تو پھر وہ انجام سے لاپرواہ ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جو شیطان ان سے کرانا چاہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟ اگر آتا ہے تو اس پر قابو کیوں نہیں کیا جاتا؟ ایسے مواقع پر مصلحتوں کو کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے، کیوں دینی تعلیمات و احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟ ذاتی انتقام کے لئے تمام حدوں کو عبور کر لینا، جائز اور ناجائز کو نہ دیکھنا، حق اور باطل کے درمیان امتیاز نہ کرنا، انصاف کو بالائے طاق رکھ دینا مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ کسی بھی انسان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا، فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہتے تھے، اور سازشوں پر سازشیں رچتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عزت دی۔ جنگ بدر کے موقع پر جو مشرکین مکہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو مٹانے کے لئے بڑی طاقت کے ساتھ آئے تھے، جب وہ شکست کھا کر قیدی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ یہ سلوک تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمنوں کے ساتھ تھا، آج مسلمان اس طرح کے سلوک کا مظاہرہ اپنے مسلم بھائیوں کے ساتھ بھی نہیں کر رہے ہیں، یہانتک کہ ان میں سے بہت سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔

مسلم سوسائٹیوں میں اس طرح کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں کہ بہت سے شوہر محض غصہ کی وجہ سے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں، یعنی اپنے ہی گھر کو اجاڑ لیتے ہیں، اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لیتے ہیں، چھوٹے بچوں کی طرف بھی نہیں دیکھتے جنہیں ماں کی ممتا اور پرورش وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخر غصہ کی بھی تو ایک حد ہونی چاہئے۔ غصہ خطرناک ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر قابو پانا ناممکن ہو۔ اسلام نے غصہ پینے اور عفوو درگزر سے کام لینے کی ہدایت کی ہے۔ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے غصے کو قابو میں کریں اور اپنے اندر بردباری پیدا کریں۔

بردباری ایک اعلی انسانی وصف ہے جو خالق کو بے حد پسند ہے۔ جو لوگ بردبار ہوتے ہیں، ان کی شخصیت میں ایک وزن نظر آتا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ لایعنی باتوں اور جھگڑوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اگر کبھی سخت حالات آتے ہیں تو اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہیں اور طاقت ہونے کے باوجود انتقام نہیں لیتے اللہ رب العزت کو بردباری کتنی محبوب ہے اس کا اندازہ اس آیت کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا: ”حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم تو بڑے ہی بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ (سورہ ہود: ۷۵) غصہ آنے کے باوجود غصہ کو پی جانا بربادی کی علامت ہے۔ وہ لوگ جو غصہ پر قابو پا لیتے ہیں اور تحمل کا ثبوت دیتے ہیں وہ کئی طرح کی پریشانیوں سے بچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ”جو غصہ پی جاتے ہیں اور جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیکوکار لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں“۔ (آل عمران: ۱۳۴) حتی الوسع برائی کے بدلے بھلائی کی کوشش کی جانی چاہئے، برائی کے بدلے بھلائی کرنا ایک ایسی خوبی ہے جس کے بے شمار دنیوی واخروی فوائد ہیں۔ آخرت میں اس کے اس نیک عمل کے بدلے اسے بہتر اجر تو دیا جاتا ہی ہے مگر دنیا میں بھی اس کے اس عمل کی قدر کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے وہ شخص اس کی بے انتہا عزت کرتا ہے جو اس کے ساتھ برائی کا معاملہ کرتا ہے لیکن جب جوابا بھلائی پاتا ہے تو اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ نتیجہ کے طور پر یہ عمل دشمن کو بھی دوست بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ”اور بھلائی اور برائی برابر ہیں، تو برائی کا جواب بہترین رویے سے دو، پھر دیکھو کہ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، ایسا ہو جائے گا گویا تمہارا جگری دوست ہے“۔ (حم سجدہ: ۳۴-۳۵)

یہ المیہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کے سامنے بے شمار مسائل ہیں، دوسری طرف وہ خود اپنے لئے مسائل پیدا کر رہے ہیں اور حکمت عملی سنجیدگی و بر باری کا ثبوت نہیں دے رہے ہیں۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ وہ ہر سطح پر سنجیدگی کا مظاہرہ کریں، اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے آگے آئیں، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور باہمی اخوت و محبت کا ایسا ثبوت دیں کہ دنیا ان پر رشک کرے۔ جہالت انسان کی ترقی و کامیابی میں رکاوٹ ہے، یہ علم اور اتحاد کا دور ہے، اگر ہم اب بھی بیدار نہ ہوئے تو اپنی مزید تباہی اور پستی کو نہیں روک سکتے۔

ضدی بچوں کی تربیت کیسے کریں

مہرین ناز

اکثر والدین یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے بچے ہماری بات نہیں مانتے ہر بات پر اپنی من مانی کرتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضد کرتے ہیں۔ بچوں کی یہی ضد آگے چل کر نہ صرف خود ان کے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ شروع سے ہی بچوں کی تربیت میں ان عوامل کو مد نظر رکھیں جو بچوں کی شخصیت بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اگر آپ کا بچہ ضدی ہے تو سب سے پہلے آپ ان وجوہ پر غور کریں، جن کی وجہ سے وہ ضد یا غصہ کرتا ہے۔ سب سے پہلی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کا بچہ جس قسم کا رویہ اپنا رہا ہے، عین ممکن ہے کہ گھر کے کسی فرد کا رویہ بھی اسی قسم کا ہو، یعنی اس فرد میں غصہ اور ضدی پن پایا جاتا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بچے اپنے ماحول سے زیادہ سیکھتے ہیں، ایسی صورت میں بچے ماحول سے ضد یا غصہ کرنے کی عادت اپنا لیتے ہیں۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ اپنے موقف یا اپنی بات سے پھر جاتے ہوں، مثلاً آپ نے بچے سے کہا کہ اگر تم اپنی تعلیم پر توجہ نہیں دو گے تو تمھیں فلاں چیز نہیں ملے گی، مگر اس کی تعلیمی کارکردگی بہتر نہ ہونے کے باوجود اسے مطلوبہ شے دلا دی جاتی ہے یا اسے کسی غلطی پر خوب ڈانٹا جاتا ہے اور پھر فوراً ہی پیار بھی کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح بچہ آپ کی کہی ہوئی کسی بات کو سنجیدہ نہیں لیتا اور پھر یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے، تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اکثر والدین بچوں کے رونے دھونے سے گھبرا جاتے ہیں اور فوراً ان کی خواہش کو پورا کر دیتے ہیں۔ یاد رکھیں! بچے اکثر اپنے رونے دھونے کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے آپ پہلے اس بات پر غور کریں کہ آیا وہ کسی تکلیف کے تحت رو رہا ہے یا محض اپنی بات منوانے کے لیے ضد کر رہا ہے۔ اگر بچہ رو دھو کر اپنی بات منوانے کی کوشش کر رہا ہے تو اُسے نہ صرف سختی سے ڈانٹیں، بلکہ نظر انداز کریں۔ ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی توجہ کسی اور طرف لگا دیں۔ جب آپ یہ جان لیں کہ آپ کے بچے کے ضدی پن کی وجہ کیا ہے تو اس کے تدارک کی کوشش کریں، واضح رہے کہ بچہ پیدائشی ضدی نہیں ہوتا، بلکہ یہ آپ کی تربیت پر منحصر ہے کہ وہ کس روپ میں ڈھلتا ہے۔ بچوں کی تمام تر اُمیدیں ماں باپ سے وابستہ ہوتی ہیں اور والدین بھی فطری محبت کے باعث مجبور ہو کر بچے کی جائز وناجائز بات مان لیتے ہیں، والدین کو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ بچہ کس چیز کے لیے ضد کر رہا ہے۔ اگر مذکورہ چیز حاصل کرنے کی خواہش بے جا ہے، مثلاً جیسے اس کے پاس رنگین پنسلوں کا سیٹ پہلے ہی سے موجود ہے اور وہ پھر بھی مانگ رہا ہے تو آپ اسے پیار ومحبت سے سمجھائیں کہ آپ کے پاس یہ پہلے سے موجود ہے لہٰذا پہلے اسے استعمال کرے، جب یہ ختم ہو جائیں گی تو نیا دلا دیا جائے گا۔

اگر بچہ کھانے پینے کی ایسی چیز کے لیے ضد کر رہا ہے، جو مضر صحت ہے تو اسے نرمی سے سمجھایئے کہ یہ شے اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ بچوں سے ہمیشہ واضح الفاظ میں بات کیجیے۔ انھیں بتایئے کہ گھر میں مہمان کے آنے پر انھیں کس طرح رہنا ہے۔ بچوں کے بے جا رونے دھونے سے ہرگز پریشان نہ ہوں، بلکہ انھیں نظر انداز کریں اور ان کی طرف متوجہ نہ ہو۔ کوشش کریں کہ اس طرح رونے کی نوبت ہی نہ آئے، بچہ جب بھی کسی چیز کے لیے ضد کرے تو فوری طور پر اس کا دھیان بٹانے کی سعی کریں۔ بچے اپنے بڑوں کو دیکھ کر سیکھتے ہیں، اس لیے بچوں کے سامنے اچھی عادات کا مظاہرہ کریں، تا کہ بچے بھی ایسی ہی عادات اپنائیں بچوں کی تربیت میں محض سختی یا بے جا پیار سے کام لینے کے بجائے درمیانہ راستہ اپنائیں اور انھیں موقع کی مناسبت سے سمجھائیں۔

Scanned with CamScanner

ہمارے ملک میں اندلس کی تاریخ کا ریہرسل

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

آج سے نصف صدی قبل ہی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی نگاہ بصیرت سے اس کی پیشین گوئی کی تھی کہ ہمارے ملک کی سرزمین پر اندلس کی تاریخ دہرانے کی پوری تیاری ہوچکی ہے، اگر مسلمان بالخصوص علماء اپنی فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اس آنے والے طوفان بلاخیز پر بند باندھنے کی کوشش نہیں کریں گے اور امتِ مسلمہ کو خوابِ غفلت سے بیدار نہیں کریں گے تو انھیں اپنی آنکھوں سے اس ملک میں اندلس میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد رونما ہونے والے دلخراش مناظر کو دیکھنے میں دیر نہیں لگے گی۔

ملک کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات جس کی مثال ماضی قریب کیا ماضی بعید میں بھی نہیں ملتی اس پر جب ہم مفکر اسلامؒ کی مؤمنانہ پیشین گوئی کے تناظر میں نظر دوڑاتے ہیں تو ایک عام مسلمان اور مؤمن کی طرح ہم پر بھی افسردگی اور مایوسی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، لیکن جب ہم عالم اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی ماضی قریب کی تاریخ خاص کر 1857ء اور ملک کی تقسیم و آزادی کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کے دل دہلا دینے والے جو واقعات پیش آئے اس کا تجزیہ ملک کی موجودہ صورتِ حال سے کرتے ہیں تو یک گونہ اطمینان ہوجاتا ہے کہ اس ملک میں ان شاء اللہ اندلس کی تاریخ دہرانا آسان نہیں ہے، جب مسلمانان ہند اس سے بدتر حالات میں بھی اپنی ایمانی طاقت کے ساتھ الحمدللہ اس کا کامیاب مقابلہ کرکے دنیا کے سامنے اپنی مؤمنانہ زندگی کا ثبوت دے چکے ہیں تو ان شاء اللہ ان موجودہ تشویش ناک حالات میں بھی اپنی توحیدی شان کے ساتھ پھر ایک بار ابھر کر دنیا کے سامنے آنے میں کامیاب ہوں گے اور اس ملک میں اپنے دینی تشخص کے ساتھ اپنے وجود کو ثابت کرنے میں بھی کامیاب ہوں گے۔

ماضی کے اور موجودہ حالات میں فرق ہے:۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی سمجھنا چاہیے کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں کو ماضی میں درپیش حالات اور موجودہ صورتِ حال میں بنیادی فرق ہے، ماضی میں نشانہ مسلمان تھے اور اب اسلام ہے، سابق میں مسلمانوں ہی کو عملاً ختم کرنے اور ان کو پوری طرح جانی ومالی نقصانات سے دوچار کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی گئی تھی اور اس میں ان کو تھوڑی بہت کامیابی بھی ملی تھی، لیکن اب وہ اس سرزمین سے مسلمانوں کے بجائے اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اسی لیے 1857ء سے 1947ء تک نوے سال کے وقفہ میں اور اس کے بعد بابری مسجد کی شہادت تک مسلمانوں کی جان ومال کو نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجہ میں اس دوران وقفہ وقفہ سے رونما ہونے والے فسادات میں جامِ شہادت نوش کرنے والوں کی تعداد مجموعی طور پر دس لاکھ کے آس پاس پہنچ گئی جو پوری اسلامی تاریخ میں بغیر جنگ کے کسی بھی ایک ملک میں یک طرفہ شہید ہونے والوں کی بہت بڑی تعداد تھی جس کی مثال ہمیں صرف بغداد میں تاتاریوں کے حملہ کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی، اب صورت حال اس کے برخلاف ہے، عالم اسلام میں اب اسلام دشمن طاقتوں کو اندازہ ہوگیا ہے کہ وہ قیامت تک اس سرزمین سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے تو اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان کو عملاً نام کے مسلمان رکھتے ہوئے اندورن سے ان کی ایمانی قوت کو ختم کیا جائے یا پھر ایمانی جذبہ کو کم ازکم سرد کرتے ہوئے انھیں صرف جسمانی اعتبار سے باقی رہنے دیا جائے۔

ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ایک حد تک اس میں ان کو کامیابی بھی ملی ہے، چنانچہ عالمی سطح پر نظام تعلیم میں ایسی تبدیلی کی گئی ہے کہ ایک طرف اس سے اخلاقی انارکی بھی آئے اور دوسری طرف اس سے استفادہ کرنے والے طلبہ وفارغین یا تو اپنے مذہب سے دور ہوجائیں یا کم ازکم اپنے گھر کی چہاردیواری تک اپنے دین کو محدود رکھیں اور مغربی تہذیب وثقافت کو اپناتے ہوئے خود ساختہ روشن خیالی اور ترقی کے نام سے وہ ایک دن خود اپنے دین کے باغی اور معترض بن کر سامنے آئیں، چنانچہ آج عالم اسلام بالخصوص عالم عرب میں جو نئی تعلیم یافتہ نسل حکمرانی کے فرائض انجام دے رہی ہے ان کے نظریات وافکار، اسلام پر ان کے اعتماد کی کمی، یہود ونصاریٰ سے ان کی قربت اور دین پسند تحریکات واداروں اور اسلامی شخصیات سے ان کی دوری بلکہ نفرت اور الرجی ان ہی مذموم عزائم میں ان کی کامیابی کا ثبوت ہے۔

ہمارے ملک میں بھی اسی کامیاب منصوبہ کو درآمد کیا گیا ہے:۔ عالم اسلام اور عالم عرب کی طرح ان یہود نواز تنظیموں اور صہیونی ومشنری اداروں کو تہذیبی یلغار اور فکری ارتداد کے حوالہ سے خود ہمارے ملک میں بھی غیر متوقع کامیابی مل رہی ہے، چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج سے دس سال قبل تک وقفہ وقفہ سے ملک کے کسی بھی صوبہ یا خطہ سے فرقہ وارانہ فسادات کی خبریں آتی تھیں لیکن آٹھ دس سال سے یہ سلسلہ قدرے کم ہوگیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اعلیٰ سطح پر موجود پالیسی ساز شخصیات اور یہودیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھنے والے برہمن واداداروں کو عالمی سطح پر ہونے والے اس کامیاب منصوبہ وتجربہ کو ہمارے ملک میں بھی درآمد کرنے میں کامیابی ملی ہے، چنانچہ اس ملک سے مسلمانوں کو ختم کرنے کی ناکام کوششوں کے بعد مسلمانان ہند وبرصغیر پر بھی اب اس آخری حربہ کو آزمایا گیا ہے جس کے مطابق مسلمان نام کے مسلمان رہ جائیں اور چاہے تو نماز، روزے اور حج وزکاۃ کے بھی پابند رہیں لیکن زندگی کے مختلف شعبوں اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں اپنے ملّی تشخصات کو چھوڑ کر اپنے دین کے زیر اثر رہنے کے ارادوں اور خیالات سے دستبردار ہوجائیں اور ایک ایسے متحدہ کلچر میں ضم ہوجائیں جس میں ایمان تو دور کی بات اخلاق اور حیا کا بھی دور دور تک نام ونشان نہ رہے۔

اسلام دشمن طاقتوں کو اس معاملہ میں مجموعی طور پر ماضی قریب میں اتنی کامیابی نہیں ملی ہے جتنی ان کو پچھلے دس سالوں میں عالم اسلام بالخصوص برِصغیر میں ملی ہے، جس کے نتیجہ میں ادھر چند سالوں میں فکری ارتداد والحاد کے جو واقعات مسلم معاشرہ میں پیش آئے ہیں وہ پچھلے پچاس سالوں میں پیش نہیں آئے ہیں، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ 2005ء تک اسلام کے عائلی قوانین کے خلاف عدالتوں میں رٹ داخل کرنے والے اکثر غیر مسلم ہوا کرتے تھے اور اس میں اکا دکا ہی کوئی مسلمان ہوتا تھا، لیکن اب حال یہ ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کروڑوں کے صرفہ سے جن عائلی قوانین کے سلسلہ میں عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کررہا ہے وہ اکثر خود ہمارے مسلمان بھائی بہنوں کی طرف سے داخل کردہ ہیں، اسی طرح اسلام پر اعتراضات کرنے والے ٹی وی چینلوں کے ڈیبیٹ میں اس وقت غیر مسلموں سے زیادہ ہمیں خود عصری تعلیم یافتہ مسلم مرد وخواتین نظر آرہے ہیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر اب برصغیر کے مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اگر اپنے اس ملک میں اسپین کی تاریخ کو دہرانے سے بچانا چاہتے ہیں تو اپنے ان مدارس ومکاتب اور دینی قلعوں کی نہ صرف حفاظت کریں بلکہ اس کو پہلے سے زیادہ مستحکم ومضبوط کریں اور دشمنوں کی چالوں کو سمجھتے ہوئے مدارس کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اس کو اپنے حقیقی وبنیادی مقاصد سے ہٹنے نہ دیں۔

ہمیں اپنی دعوتی کوتاہیوں کا بھی جائزہ لینا ہے:۔ عالم اسلام کے ان تشویشناک حالات اور خود اپنے ملک کی ناگفتہ بہ صورت حال میں اسپین کی تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں ہمیں اب ان کوتاہیوں اور غفلتوں سے بھی بچ کر رہنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے الحاد وارتداد کی شکل میں وہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ دعوتی فرائض سے غفلت اور برادران وطن تک اسلام کا پیغام نہ پہنچانا ان کا سب سے بڑا اور بنیادی جرم تھا، آج ہم سے بھی اس ملک میں پھر وہی غلطی سرزد ہورہی ہے چنانچہ ہمیں شکوہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کی طرف سے ظلم پر ظلم کے باوجود ان کی پکڑ کیوں نہیں ہورہی ہے اور ہم مظلوموں کے لیے آسمان سے اللہ کی مدد کیوں نہیں آرہی ہے، اس کا جائزہ ہم خود اپنے اندر لیں کیونکہ عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ جب بندگانِ خدا تک دعوت کا پیغام پہنچ جاتا ہے اور وہ مسلسل انکار کرکے پھر اہلِ ایمان پر ظلم کرتے ہیں تو ان کی پکڑ ہوتی ہے، اپنے ملک کے اسّی فیصد برادرانِ وطن کے تعلق سے اس وقت ہم اہلِ ایمان کیا یہ کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ ہم نے توحید ورسالت کی عظیم امانت کو ان تک پہنچادیا ہے یا کم ازکم ان کی نظروں سے گزار دیا ہے؟ یقیناً ہم سب کا جواب نفی میں ہے، کتنے ہمارے مسلم سرمایہ دار، صنعت کار اور تجار ہیں جن کی ماتحتی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں غیر مسلم برادرانِ وطن سالوں سے ان کی کمپنیوں میں خدمت انجام دے رہے ہیں یا ان کے تعلیمی وسماجی اداروں میں ملازمت کررہے ہیں، لیکن اس دوران کبھی ہم نے بھول کر بھی زندگی میں ایک دفعہ ہی سہی خود ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو آخرت کے ہمیشہ ہمیش کے عذاب سے ڈراکر شرک وکفر سے باز آنے کی ترغیب دی ہے؟ ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری دکانوں، آفسوں اور کمپنیوں میں ہمارے سامانِ تجارت کے خریدار مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ہیں، ان کی گھریلو تقریبات میں ہم شریک ہوتے ہیں اور خوشی کی ہماری محفلوں میں وہ بھی آتے ہیں، لیکن کل قیامت میں جب انھیں شرک کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کی جہنم کی سزا ملے گی اور اس موقع پر ہمارا حوالہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ سے انصاف طلب کریں گے کہ اے اللہ! اگر ہمارے ان کے بھائیوں نے ایک بار ہی سہی آپ کے اس پیغام کو ہم تک پہنچایا ہوتا تو شاید آج ہمارے لیے یہ نوبت نہیں آتی، تو اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا؟ یہ سوچ کر ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

بعض خوش کن تجربات:۔ ہمیں ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر ہم ان کو براہِ راست اسلام کی دعوت دیں گے تو اس کا منفی ردِ عمل ہوگا اور مسائل کھڑے ہوں گے، لیکن پوری اسلامی اور دعوتی تاریخ بتاتی ہے کہ خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے جب اس فریضہ کو انجام دیا گیا تو اس کے نتائج حیرت انگیز طور پر خلاف توقع ہی سامنے آئے، سخت سے سخت دل انسان کے سامنے بھی جب حکمت کے ساتھ اسلام کا تعارف کرایا گیا تو ان کے دل پسیج گئے اور وہ یا تو حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا پھر ان کی اسلام کے تعلق سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، خود ہمارے ملک کے ذیل کے بعض واقعات سے جس کا راقم الحروف خود عینی شاہد ہے ان مثبت دعوتی نتائج کی مزید وضاحت ہوسکتی ہے۔

اڈپی کرناٹک کا ساحلی ضلع ہے، پورے ملک میں برہموں کا سب سے بڑا مٹھ یہیں واقع ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً تمام صدور اور وزرائے اعظم کسی نہ کسی بہانے یہاں ضرور حاضری دیتے ہیں، یہاں کے مذہبی رہنما وشویشھ تیرتھ سوامی جی کے تعلق سے یہ بات عام ہے کہ آخری درجہ کے متعصب مذہبی رہنما ہیں، 1992ء کے آس پاس مخدوم گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھٹکل آمد کی مناسبت سے عوامی سطح پر ایک بڑا ساحلی اضلاع پر مشتمل پیام انسانیت کا جلسہ تھا، مذکورہ سوامی جی کے نام سے عوام کی بھیڑ جمع ہوسکتی تھی اس لیے ہم نے ان کو بطورِ مہمان خصوصی اس میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ہمارے بعض ساتھیوں کا خیال ہی نہیں بلکہ اصرار تھا کہ ان کو مدعو نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ اگر جلسہ میں کوئی سخت بات کہہ دیں تو معاملہ الٹ سکتا ہے، ہم نے اس امکانی ضرر سے بچنے کے لیے حضرت مولاناؒ سے اجازت لے کر بی جے پی کے سرکردہ رہنما ڈاکٹر چترنجن جو بعد میں ممبر اسمبلی بھی بنے خود ان کے گھر میں جلسہ سے پہلے مفکر اسلامؒ کی سوامی جی سے خیر سگالی ملاقات کا اہتمام کروایا، وقت مقررہ پر عصر سے قبل خوشگوار ماحول میں یہ ملاقات ہوئی، اس میں سوامی جی کے سامنے حضرت مولانا نے پیامِ انسانیت کی تحریک پر روشنی ڈالی اور یہ بات صاف کردی کہ آج کے اس جلسہ عام میں ہماری گفتگو صرف انسانی واخلاقی پہلوؤں پر ہونی چاہیے، پھر حضرت مولانا نے پیام انسانیت کی تحریک کے پس منظر میں اسلام کا بھی مختصر تعارف کرادیا، اس سے سوامی جی بہت خوش ہوئے اور جاتے ہوئے خود حضرت مولانا سے پیر چھو کر آشیرواد لیا، پھر ایک دوسال کے بعد ہم نے ان کو ایک اور جلسہ میں جامعہ اسلامیہ بلایا، ان کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ کیا اور پورے مدرسہ کا دورہ کرایا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے ساتھ آنے والے اخباری نمائندوں نے دوسرے دن جامعہ، دینی مدارس اور مسلمانوں کے تعلق سے جو رپورٹیں شائع کیں اور مثبت مضامین لکھے وہ ہم لاکھوں روپیہ اشتہار دے کر بھی شائع نہیں کرسکتے تھے، سوامی جی سے مسلسل اس رابطہ اور ان کو اپنے یہاں بلاکر اعزاز واکرام اور تقریر کروانے کا فائدہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال رمضان المبارک میں انھوں نے اپنے مٹھ میں مسلمانوں کو بلاکر افطار کی دعوت کی اور اپنے مندر میں ہی ان کے لیے مغرب کی نماز باجماعت کا اہتمام کروایا، اس پر ایک نہ تھمنے والا طوفان فرقہ پرستوں نے کھڑا کردیا، لیکن سوامی جی نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے بلکہ اگلے سال بھی مسلمانوں کو بلاکر اس سے زیادہ اکرام کروں گا اور عملاً اس سال بھی انھوں نے افطار کے لیے مسلمانوں کو دوبارہ مدعو کرکے دکھایا، اب خود ان کے اپنے لوگوں کا کہنا ہے کہ سوامی جی کے بیانات پہلے کی طرح شدت والے نہیں رہے بلکہ مسلمانوں کے تعلق سے وہ ہمدردانہ وخیر خواہانہ خیالات کا اظہار کررہے ہیں.

Scanned with CamScanner

اپنے ایمان کا مظاہرہ کیجئے

رابعہ صدیقہ صالحاتی

بچوں کا ایمان بچانا، والدین کی پہلی ذمہ داری ہے: "قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا" کے ذریعہ حق تعالیٰ نے ہر والدین کو اُن کے دینی فریضہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ خود اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

ایک مسلمان ماں باپ کو اپنے بچے کے بارے میں اس تصور سے کہ وہ کبھی اسلام کی دولت سے محروم ہوجائے گا، وہ کبھی ارتداد کے راستہ پر پڑ جائے گا، اتنا ڈرنا چاہئے کہ وہ پریشان ہوجائے، راتوں کی نیند اڑ جائے اس کا دم نکل جائے، جیسے کہ ایک بڑا الاؤ جل رہا ہو اور اس کے بچہ کو اس میں پھینکا جارہا ہو، اس تصور یا اس منظر کو کوئی ماں اور کوئی باپ برداشت نہیں کرسکتا، یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور اگر اتنا بھی نہیں ہے تو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی، اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہوجاتا ہے، آج کے ماحول کا زیادہ نہیں پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کیجئے، زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار وخیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولاتِ زندگی، معاشرے، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایسا انقلاب برپا ہوگیا ہے کہ بعض اوقات سوچتے سے حیرت ہوجاتی ہے۔

کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن حسرت اور شدید حسرت، افسوس اور ناقابلِ بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری الٹی سمت میں ہورہی ہے، کسی شاعر حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لئے کہا تھا، مگر آج یہ ہمارا اپنا حال بن چکا ہے کہ:

تیز رفتاری ہے، لیکن جانبِ منزل نہیں

ہماری ساری تیز رفتاری بالکل مخالف سمت میں صرف ہورہی ہے، جن گھروں سے کبھی کبھی تلاوت قرآن کی آواز آیا کرتی تھی، اب وہاں سے صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں، جہاں کبھی اللہ ورسول اور اسلاف امت کی باتیں ہوجایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں، جن گھرانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا جاتا تھا، اب وہاں نسل کی نسل سود، رشوت اور قمار سے پروان چڑھ رہی ہیں، جو خواتین پہلے برقعہ کے ساتھ باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہورہی ہیں، غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کرکے بعض اوقات روح کانپ اٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس تحریر میں اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ پڑھا اور سمجھ لیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں، وہ بھی اپنے گھر والوں کی دینی اصلاح وتربیت سے بالکل بے فکر ہیں، اگر آپ اپنے گرد کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آجائیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دیندار انسان ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے، لیکن اس کے گھر کے دوسرے افراد پر نگاہ ڈالئے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خورد بین لگا کر بھی نظر نہیں آتی، دین، مذہب، خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یکلخت خارج ہو چکی ہیں، ان کی بڑی سی بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرز عمل کو گوارا کرلیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے، لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کی قبضہ قدرت میں نہیں ہے، نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہوجاتا ہے، لیکن یہ فریضہ تو ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کردے، اگر کوشش کے باوجود راہ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کرکے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے چھوڑ دیا ہے تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بری نہیں ہے، اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہوجائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہوسکی، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہ راست پر لانے کیلئے کیا کیا جتن کئے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لئے سفینہ ہدایت کے بجائے کفر وضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بری ہوگئے، لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کیلئے فکر وعمل کی اتنی توانائیاں صرف کررہا ہو۔

یاد رکھئے اگر آپ نے اپنے لڑکے کی دنیا کو اس کے دین پر ترجیح دی تو خطرہ ہے کہ اللہ آپ کو زندگی ہی میں دکھادے کہ آپ اس کے ایک ایک پیسے کو ترسیں، اس کی روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترسیں، آپ اس کے منتظر رہیں کہ وہ آپ کو سلام کرے اور وہ کترا کر نظر بچا کر نکل جائے گا، خدا کی طرف سے یہ تو پہلی اور فوری سزا ہے اور جو سزا اس کے بعد آخرت میں ملے گی وہ بھی خدا نے بیان کردی ہے، اولاد وہاں کہے گی: "رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا" یہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن اولاد کی ایک پلٹن اور پلٹن کیا ایک دنیا ہوگی اور وہ یہ کہہ رہی ہوگی کہ ہمارے پروردگار ہم نے اپنے بڑوں کی، اپنے سرداروں کی اور اپنے ماں باپ کی بات مانی، بات ماننے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جس راستے پر لگایا ہم لوگ لگ گئے، انہوں نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا، ہم کو گمراہ کردیا، ہم اپنے دین تک سے محروم ہوگئے: "رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا" اے اللہ ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر اچھی طرح لعنت برسا۔

آپ کی وہ اولاد جو دین سے دور ہوکر دین سے محروم ہوکر دنیا کمائے گی، وہ نہ دنیا میں آپ کے کام آئے گی، نہ آخرت میں کام آئے گی، کام وہی اولاد آئے گی جو ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو، بلکہ اس سے مالا مال ہو، ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کی فاقہ کشی، بچے کے پاس کچھ نہ ہونا اس کی جیب کا خالی ہونا اور ہر طرح کی دنیاوی عزت اور دولت سے محروم ہونا گوارا ہو، شکر کے ساتھ گوارا ہو، پر یہ گوارا نہ ہو کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوجائے، وہ ارتداد کے راستے پر پڑ جائے، دیو مالا کے چکر میں پھنس جائے، بت پرستی پر اس کا یقین ہوجائے، اگر یہ نہیں تو اپنے ایمان کی خیر منایئے اور حضراتِ علماء کرام سے معلوم کیجئے کہ ایمان رہا یا نہیں؟

میں اپنی ماؤں اور بہنوں سے عرض کرتی ہوں کہ حضرت خنساءؓ جن کے کئی بیٹے تھے، انہوں نے سب کو بلایا اور کہا کہ کفر اور اسلام کی لڑائی ہو رہی ہے، مسئلہ نوکریوں کا نہیں تھا، مسئلہ جان کا، جگر گوشوں کی جان کا جس کے لئے مائیں راتوں کی نیند حرام کرتی ہیں، کھانا پینا بھول جاتی ہیں، لیکن اس اللہ کی بندی نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا دیکھو اب وقت آیا ہے کہ تم اسلام پر اپنی جان قربان کردو، اللہ کا نام لو اور میدان میں جاؤ، اس نصیحت کے ساتھ سب کو رخصت کیا، گویا کفن پہنا کر ان کو رخصت کیا اور اس کے بعد ایک ایک لڑکے کی شہادت کی خبر آتی رہی، جب آخری لڑکے کی بھی شہادت کی خبر آ گئی تو کہا الحمدللہ میں اس خدا کی شکرگزار ہوں جس نے ان کی شہادت سے میرا رتبہ بڑھایا۔

ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ کس میں ہے یہ ہمت؟ آج یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ میدانِ جنگ کے لئے اپنے بچوں کو رُخصت کیجئے، آج جنگ ہو بھی کہاں رہی ہے؟ آج تو صرف اتنا کہا جارہا ہے کہ اپنے بچوں کے ایمان کو بچانے کے لئے کچھ قربانی دیجئے، بلکہ یہ تو قربانی کے لفظ کی توہین ہے، یہ قربانی کیا ہے بس ذرا سا ایمان کا مظاہرہ کیجئے کچھ تو ایمان کا ثبوت دیجئے، اتنا کیجئے کہ اپنے بچے کو قرآن پاک اور اردو کے ذریعے دینیات پڑھنے کیلئے مکتب بھیجئے اور خود مل جل کر مکتب قائم کیجئے، سرکاری اسکولوں میں اگر بچے کو بھیجئے تو اردو مادری زبان پر اصرار کیجئے، یہاں بڑے سے بڑا خطرہ کچھ ہے تو معاشی خطرہ ہے یا عزت کا خطرہ ہے اور کون سی بڑی عزت حاصل ہے اس ملت کو اس ملک میں جس میں بڑا فرق پڑ جائے گا؟ کون سا بڑے سے بڑا معزز فرد آپ کے یہاں معزز ہے، جس میں فرق پڑنے کا اندیشہ ہے؟ پھر افراد کی عزت کوئی عزت نہیں، جب جماعت معزز ہوتی ہے، ملت معزز ہوتی ہے تو افراد بھی معزز ہوتے ہیں۔

اگر آپ موہوم خطرات کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے، دور دراز کی امیدوں اور موہوم توقعات کی بھی قربانی نہیں دے سکتے تو ہمارا قومی کردار کہاں؟ بلکہ ہمارا ایمان کہاں ہے؟

ان گزارشات کا منشاء صرف یہ ہے کہ نئی نسل جس برق رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور عملی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، اس کا پہلا موثر علاج خود ہمارے گھروں میں ہونا چاہئے، اگر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطر خواہ جذبہ، اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تڑپ پیدا ہوجائے تو یقین کیجئے کہ آدمی سے زائد قوم خود بخود سدھر سکتی ہے۔

اگر کوئی دیندار شخص یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا بیزاری کی جس راہ پر چل رہی ہے، حقیقت میں اس کے لئے وہی راہ راست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب واخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو ایسے "دیندار" کے حق میں تو دنیا وآخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا وسزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو پھر خدا کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس جزا وسزا کے دن کے واسطے تیار کیجئے، اسے ضروری دینی تعلیم دلوایئے، اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجئے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول درست رکھنے کا اہتمام کیجئے، اپنے گھروں کو تلاوت قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجئے، گھر میں کوئی ایسا وقت نکالئے جس میں سارے گھر والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دلکش بنایئے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے، اپنے اہل وعیال اور اقارب واحباب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کے بعد بھی ہوسکتے ہیں کہ چند مثالیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بدخمیری کی وجہ سے اصلاح پذیر نہ ہوسکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کیلئے اتنا اہتمام کرلیا گیا تو نئی نسل کی ایک بھاری اکثریت راہ راست پر آجائے گی، اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور کوشش میں برکت دی ہے اور دین کی دعوت وتبلیغ میں جو محنت کی جائے اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے، اس لئے ناممکن ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بارآور نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

خلفاء راشدین کے چند اہم کارنامے

مولانا شعیب اللہ صاحب مفتاحی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رسالت ونبوت کی عظیم ذمہ داری کا حق کما حقہ ادا کرنے کے بعد ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ ہجری کو تقریباً ۶۳ رسال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً ۳۰ رسال یعنی ۴۰ر ہجری تک حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔ ۱۱ہجری سے ۴۰ ہجری تک کا وقت تاریخ میں خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اوران جلیل القدر صحابہ کو خلفاء راشدین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلفاء راشدین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: (تم میری اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سنت کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑلو)۔ (ترمذی، ابوداؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات: (میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت ہوجائے گی) (ترمذی، مسند احمد)، (تمہارے دین کی ابتدا میں نبوت ورحمت ہے پھر خلافت ورحمت ہوگی، پھر بادشاہت ہوجائے گی) (سیوطیؒ) کی روشنی میں محدثین ومفکرین اور مؤرخین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (تم میری اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سنت کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑلو) سے مراد یہی چار خلفاء ہیں، جن کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ ان کے بعد یہ خلافت بادشاہت میں تبدیل ہوتی چلی گئی، اور خلیفہ نے ایک بادشاہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ مؤرخین نے حضرت حسن بن علیؓ کی حضرت معاویہؓ سے صلح سے قبل تقریباً سات ماہ کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ حضرت حسنؓ کی تقریباً ۷ ماہ کی خلافت کو شمار کرکے ہی تیس سال مکمل ہوتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو حکماً پانچواں خلیفہ راشد شمار کیا ہے، کیونکہ انہوں نے چاروں خلفاء کے نقش قدم پر چل کر خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دین اور دنیا کے امور میں سرپرستی کرنے اور شرعی احکامات کا نفاذ کرانے کا نام خلافت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ (خلافت ۱۱ر ہجری سے ۱۳ر ہجری تک): آپؓ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ، کنیت ابوبکر، اور واقعہ معراج پر تصدیق کرنے سے لقب صدیق ہوا۔ نبی اکرم ا کی بعثت کے روز ہی حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان کی تبلیغ سے بے شمار صحابہ اسلام لائے جن میں بعض اہم نام یہ ہیں: حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔ اسلام لانے کے بعد سے موت تک پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ اور احیاء اسلام میں لگادی۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپؓ بڑی سخاوت اور فراوانی سے خرچ کرتے تھے، مثلاً بے شمار غلاموں کو خرید کر آزاد کیا، جن میں رسول اللہ کے مؤذن حضرت بلالؓ بھی ہیں۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد نکاح فرمایا۔ آپؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کی۔ قرآن کریم کی آیت (ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) (سورہ التوبہ ۴۰) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کا ذکر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل چند نمازیں حضرت ابوبکرؓ ہی نے امامت کرکے صحابہ کرام کو پڑھائیں۔ انتقال کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مل کر نمازِ فجر کی امامت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے مشورہ سے آپ کو خلیفہ متعین کیا گیا۔ آپکی خلافت کے چند اہم کام یہ ہیں: ☆ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو ملک شام روانہ کیا، جو افواج قیصر کو پسپا کرکے فتح یاب ہوا اور صحیح سالم واپس آیا۔ ☆ مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور داعیان نبوت سے قتال کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تمام فتنوں کو ختم کیا۔ ☆ مذکورہ فتنوں کا قلع قمع کرنے میں بے شمار حفاظ کرام شہید ہوئے، چنانچہ آپؓ نے قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ۱۳ ہجری میں انتقال ہوا، حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کی عمر تقریباً ۶۳ رسال اور خلافت ۱۱ر ہجری سے ۱۳ر ہجری تک دوسال تین ماہ دس دن رہی۔

حضرت عمر فاروقؓ (خلافت ۱۳ر ہجری سے ۲۳ر ہجری تک): آپؓ کا نام عمر بن خطاب، کنیت ابوحفص اور لقب فاروق (حق کو باطل سے الگ کرنے والا) ہے۔ ۶ر نبوت میں ۳۳ رسال کی عمر میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل ۳۹ مرد اسلام قبول کرچکے تھے۔ آپؓ کے قبول اسلام پر مسلمانوں نے تکبیر بلند کی۔ آپؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ قرآن کریم اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جمع کیا گیا مگر یہ تجویز حضرت عمر فاروقؓ کی ہی تھی، اورانہیں کے اصرار پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اس عمل کے لئے تیار ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت خفیہ طور پر نہیں کی بلکہ علانیہ طور پر کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مرض الوفات میں صحابہ کرام کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا خلیفہ متعین فرمایا۔ بعد میں آپؓ کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپؓ کے عہد خلافت میں ملک عراق، فارس، شام اور مصر فتح ہوئے، اسلامی کیلنڈر کا افتتاح ہوا، کوفہ اور بصرہ شہر آباد کئے گئے، ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کا جماعت کے ساتھ اہتمام شروع ہوا، زکوٰۃ کی آمدنی کے اندراج کی غرض سے بیت المال قائم کیا گیا۔ ۲۶ر ذی الحجہ ۲۳ر ہجری کی صبح آپؓ مسجد نبوی میں نمازِ فجر کی امامت کررہے تھے کہ فیروز نامی مجوسی غلام نے خنجر سے زخمی کیا، چار دنوں کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ر ہجری کو انتقال فرماگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن رہی۔

حضرت عثمان غنیؓ (خلافت ۲۴ر ہجری سے ۳۵ر ہجری تک): آپؓ کا نام عثمان بن عفان، کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو ہے۔ نبی اکرم ا کی دو صاحبزادیاں (رقیہؓ اور ام کلثومؓ) یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اس لئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوبار حبشہ ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ آپ نے اللہ کے راستہ میں بہت مال خرچ فرمایا، غزوہ تبوک کے لشکر کی تیاری کے لئے بے شمار مال واغراض عطا فرمائے۔ جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنے۔ ۳۵ر ہجری میں ۸۲ر سال کی عمر میں آپؓ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپؓ کی خلافت گیارہ سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن رہی۔ آپ کی خلافت میں تونس ملک فتح ہوا۔ فتوحات کی وجہ سے اسلامی مملکت میں بہت زیادہ توسیع ہوئی، جسکی وجہ سے یہ سوچ کر کہ کہیں قرآن کریم کی قرأت میں اختلاف رونما نہ ہوجائے، آپؓ نے قرآن کریم کو ایک صحیفہ (مصحف عثمانی) میں جمع کرایا اور اس صحیفہ کے نسخے تمام ریاستوں میں ارسال کئے، اس طرح قرآن کریم کے ایک نسخہ (مصحف عثمانی) پر امت مسلمہ متحد ہوگئی۔

حضرت علی مرتضیٰؓ: (خلافت ۳۵ر ہجری سے ۴۰ر ہجری تک): آپؓ کا نام علیؓ بن ابی طالب، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپؓ کی تربیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔ آپؓ نے بچپن میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ تیرہ سال کی عمر میں اسلام لائے، بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے تھے۔ شب ہجرت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے۔ وحی لکھنے والے چند صحابہ میں سے ایک آپؓ بھی ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بناکر چھوڑا۔ سوائے اس جنگ کے باقی تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ آپؓ کی شجاعت کے کارنامے بہت مشہور ہیں۔ آپؓ کی علمی حیثیت بڑی مسلم تھی حتی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت علیؓ ہم سب سے بڑھ کر قاضی ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام نے مشورہ کے بعد آپؓ کو خلیفہ متعین کیا۔ آپؓ نے چند مصلحتوں کی وجہ سے مسلمانوں کا دارالخلافت مدینہ منورہ سے عراق کے شہر کوفہ منتقل کردیا۔ پولس کا شعبہ بنایا۔ ۳۶ر ہجری میں جنگ صفین واقع ہوئی۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۴۰ر ہجری کی صبح کو ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور کوفہ ہی میں دفن کئے گئے۔ اس طرح آپ کی کل عمر تقریباً ۶۳ ر سال اور آپؓ کی خلافت چار سال سات ماہ رہی۔

حضرت حسن بن علیؓ: آپ کا نام حسن بن علیؓ ہے، آپ کی والدہ حضرت فاطمہؓ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ رمضان ۳ر ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عراق میں مسلمانوں کے اصرار پر حضرت حسنؓ نے بیعت خلافت لی۔ دوسری طرف شام میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ممکن تھا کہ مسلمانوں کے درمیان ایک اور جنگ شروع ہوجائے لیکن حضرت حسنؓ انتہائی زاہد ومتقی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، انہوں نے اپنی دوراندیشی سے مسلمانوں کو قتل عام سے بچاکر حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح فرمالی اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ ۵۰ر ہجری میں ۴۷ر سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

خلافت راشدہ: ۱۱ہجری سے ۴۱ر ہجری تک (۶۶۲-۶۳۲) ۳۰ر سال ☆ **خلافت بنوامیہ:** ۴۱ر ہجری سے ۱۳۲ر ہجری تک (۷۵۰-۶۶۲) ۹۱ر سال ☆ **خلافت بنو عباسیہ:** ۱۳۲ر ہجری سے ۶۵۶ر ہجری تک (۱۲۵۸-۷۵۰) ۵۲۴ر سال ☆ **خلافت عثمانیہ:** ۶۹۸ر ہجری سے ۱۳۴۲ر ہجری تک (۱۹۲۴-۱۲۹۹) ۶۴۴ر سال۔ غرضیکہ ۱۹۲۴ میں تقریباً ۱۳۵۰ر سال بعد مسلمانوں کی ایک مرکزی خلافت/حکومت ختم ہوگئی۔

امارت پبلک اسکول کے لیے

عربی، اردو، انگریزی اور حساب کے لئے تجربہ کار اور باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے اسکولوں میں عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے کے لئے باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ہے جو عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ خواہش مند امیدوار اپنے ہاتھوں لکھی درخواست، بایوڈاٹا، اسناد کی فوٹو کاپی اور موبائل نمبر کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر 30ر ستمبر 2023 تک ارسال کریں۔ ساتھ ہی درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھی بھیج دیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں بذریعہ فون مطلع کیا جائے گا۔ منتخب امیدوار کو امارت شرعیہ کے ذریعہ چلنے والے اسکولوں میں سے کسی بھی اسکول میں بھیجا جاسکتا ہے۔

ڈاک کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔ 801505

ای میل آئی ڈی: nazimimaratshariah@gmail.com

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۴۱/۲۰۸۳/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ خانقاہ رحمانی مونگیر)

نام شکیلہ خاتون بنت شیخ محمد منکور احسن صدیقی، مقام شتر خانہ، ڈاکخانہ بانک، ضلع مونگیر۔۔فریق اول

بنام

نام محور علی ولد اصغر علی ٹیلر، مقام میر غیاث چک، ضلع مونگیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ خانقاہ رحمانی مونگیر میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳ر اکتوبر ۲۰۲۳ء مطابق ۱۷ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ روز منگل کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

هفتـــۂ رفتـــه

محمد اظهار

ہندوستان میں خودکشی کے اعداد وشمار تشویشناک: رپورٹ

ملک میں خودکشی کے 50فیصد سے زیادہ واقعات 5بڑی ریاستوں مہاراشٹر، تمل ناڈو، مدھیہ پردیش، مغربی بنگال اور کرناٹک میں درج کئے جاتے ہیں۔ نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) کے مطابق 2021 میں ملک میں خودکشی کے واقعات کی مجموعی تعداد 1,64,033 تھی۔ این سی آر بی کی رپورٹ میں اگست 2022 میں یہ چونکا دینے والا ڈیٹا سامنے آیا۔ سولاس نامی ایک غیر منافع بخش غیر سرکاری تنظیم (این جی او نے ایک میڈیا کانفرنس کے دوران ہندوستانی حکومت کے اعداد وشمار کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اعداد وشمار تشویشناک ہیں، 2021 میں ملک میں خودکشیوں میں تشویشناک 7.2 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا اور مجموعی تعداد 1,64,033 تک پہنچ گئے ہیں۔ ان المناک واقعات کا ایک اہم حصہ بنیادی طور پر 5 ریاستوں مہاراشٹر، تمل ناڈو، مدھیہ پردیش، مغربی بنگال اور کرناٹک میں ریکارڈ کیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ مجموعی طور پر خودکشی کے تمام واقعات میں سے 50.4 فیصد ملک کی ان 5 ریاستوں میں ریکارڈ کیے گئے۔ نئی دہلی میں قائم این سی آر بی کے اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کئی عوامل کی وجہ سے ہوسکتی ہے، جیسے کہ کسی کے پیشے یا کیریئر سے متعلق مسائل، تنہائی کے احساسات، بدسلوکی، تشدد، خاندانی تنازعات، دماغی صحت کی خرابی، شراب کی لت، مالی مشکلات، دائمی درد، اور بہت کچھ۔ (یو این آئی)

مدارس کے نصاب میں کمپیوٹر سائنس کو شامل کیا جائے: گورنر

بہار کے گورنر راجندر وشوناتھ آرلیکر نے کہا کہ ہمیں مدارس میں سائنٹفک نظریے کو فروغ دے کر اور طلبہ کو معیاری و جدید تعلیم سے سرفراز کر کے ایسی مثال پیش کرنی چاہئے کہ بولنے والوں کی بولتی بند ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ مدارس میں مذہبی تعلیم کے علاوہ آئی ٹی اور کمپیوٹر سائنس جیسے مضامین کی تعلیم بھی شروع کی جانی چاہئے۔ مدرسہ کی تعلیم اور ترقی میں راج بھون بھی تعاون کرے گا۔ انہوں نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے دو روزہ سمینار کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔ آرلیکر نے کہا کہ بہار کے مدرسوں کو ملک کے سامنے مثال پیش کرنی چاہئے اور ان مدارس میں دی جانے والی معیاری تعلیم اور سماج وملک کے مفاد میں کی جانے والی سرگرمیوں سے ملک کو روشناس کرنا چاہئے۔ (پریس رپورٹ)

اتر پردیش میں بارش سے متعلق حادثات میں 28 افراد کی موت

اتر پردیش کے کئی اضلاع میں وقفے وقفے سے بارش ہو رہی ہے اور محکمہ موسمیات نے چھ اضلاع میں موسلا دھار بارش کی پیش گوئی کرتے ہوئے الرٹ جاری کیا ہے۔ سب سے زیادہ متاثرہ بارہ بنکی اور گونڈہ سمیت چھ اضلاع میں ریڈ الرٹ جاری کیا گیا ہے۔ ریلیف کمشنر کے دفتر سے موصولہ رپورٹ کے مطابق ریاست میں بارش سے متعلق حادثات میں نو افراد کی موت ہوگئی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کا مطالبہ مسترد کردیا

سپریم کورٹ میں غداری کی دفعہ 124 اے کے خلاف دائر درخواستوں پر سماعت ہوئی۔ اس کیس کی سماعت کرتے ہوئے سی جے آئی نے پانچ ججوں کی بنچ بنانے کی بات کی اور مرکزی حکومت کے مطالبے کو بھی مسترد کر دیا۔ درخواست گزار کی طرف سے پیش ہونے والے وکیل کپل سبل نے کہا تھا کہ عدالت کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا اس کیس کو ریفر کیا جانا چاہیے۔ آئینی بنچ بھیجنا چاہتا ہے۔ جب اٹارنی جنرل آر وینکٹرمنی نے کہا تھا کہ ایک نیا قانون زیر التوا ہے، سی جے آئی نے پوچھا کہ اس میں کیا کہا گیا ہے۔ سینئر وکیل کپل سبل نے کہا کہ یہ اور بھی برا ہے۔ سی جے آئی نے اتفاق کیا کہ اگر قانون لاگو ہوتا ہے تو یہ مستقبل کے مقدمات کا احاطہ کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک 124A کا تعلق ہے، مقدمات چلتے رہیں گے۔ اس کے لیے ہمیں پانچ ججوں پر مشتمل آئینی بنچ بنانا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی سی جے آئی نے کہا کہ یہ آئین کو برقرار رکھتے ہوئے فیصلے کا معاملہ ہے۔ اگر کیدارناتھ کیس میں پانچ ججوں نے غداری کو برقرار رکھا تھا تو کیا تین ججوں کی بنچ اس فیصلے کو پلٹ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تک کیدارناتھ کا فیصلہ نافذ ہے، غداری کا قانون درست ہے۔ (نیوز رپورٹ)

AAP نے ہریانہ میں اکیلے الیکشن لڑنے کا اعلان کیا

ہریانہ اسمبلی انتخابات کو لے کر عام آدمی پارٹی (آپ) نے بڑا اعلان کیا ہے۔ پارٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تنہا الیکشن لڑے گی۔ عام آدمی پارٹی ہریانہ میں اکیلے اسمبلی انتخابات لڑے گی اور تمام 90 اسمبلی سیٹوں پر امیدوار کھڑے کرے گی۔ اپوزیشن اتحاد انڈیا کا ایک جزو ہونے کے باوجود، AAP نے واضح کردیا ہے کہ اسمبلی انتخابات میں کسی کے ساتھ کوئی اتحاد نہیں کیا جائے گا۔ AAP کے اس اقدام کو انڈیا اتحاد اور کانگریس کے لیے بڑا دھچکا قرار دیا جا رہا ہے۔ ابھی تک اس پر کانگریس یا کسی اتحادی پارٹی کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا ہے۔ (نیوز رپورٹ)

ڈینگو کے بڑھتے واقعات کے مدنظر DM کی ایڈوائزری جاری

ضلع مجسٹریٹ کی جانب سے بھی سرکاری اور پرائیوٹ اسکولوں کے پرنسپل اور بھی کالجوں کے پرچل کو اپنے اپنے اداروں میں ڈینگو سے بچاؤ کیلئے ہیلتھ ایڈوائزری جاری کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اسکولوں، کالجوں میں زیر تعلیم بچوں کو ڈینگو سے بچاؤ کے نقطہ نظر سے یہ یقینی بنایا جائے کہ اسکول، کالج کے دوران سبھی طلبا وطالبات پورے جسم کو ڈھکنے والے کپڑا، ڈریس، پورے بازو کا شرٹ اور فل پینٹ، شلوار وغیرہ کا استعمال کریں۔ ساتھ ہی نالا وغیرہ میں مناسب مقدار میں اینٹی لاروا کیمیکل (ٹیمیفاس) کا چھڑکاؤ اور صاف صفائی کا بہتر نظم کو یقینی بنایا جائے تاکہ بچوں کو ڈینگو کے اثر سے بچایا جاسکے۔ ضلع مجسٹریٹ ڈاکٹر چندر شیکھر سنگھ نے کہا کہ ہر ایک برس برسات کا موسم شروع ہونے کے ساتھ ہی ڈینگو بخار کا پھیلاؤ شروع ہو جاتا ہے جو سردی کے موسم تک جاری رہتا ہے۔ اس برس بھی ضلع میں ڈینگو بیماری کا اثر بہت زیادہ ہے۔ اس بیماری سے اسکول، کالج جانے والے طلبا وطالبات بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ اس حالت میں طلبا وطالبات کے درمیان ڈینگو سے بچنے کیلئے مناسب صلاح دی گئی ہے۔ ضلع مجسٹریٹ نے محکمہ صحت، شہری بلدیات اور محکمہ تعلیم کے ضلع سطحی افسران کو اسکولی حلقہ میں ڈینگو کی وجوہات، ابتدائی علامت اور بچے کے تدابیر کے بارے میں مہم چلانے کی ہدایت دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلبا وطالبات کو بیدار کر ڈینگو کے اثر کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ ڈینگو بخار کے پھیلنے کی خاص وجہ ایڈیس مچھر خاص طور پر ذمہ دار ہے۔ یہ مچھر دن میں کاٹتا ہے اور صاف پانی میں اس کی افزائش ہوتی ہے۔ ان مچھروں کی افزائش ٹوٹے پھوٹے گملا، پھولدان، کولر، اے سی، فری کے پانی نکاسی ٹرے، پانی ٹنکی اور گھر کے اندر اور اُس پاس پانی جمع نہیں ہونے دیں۔ اس میں مچھروں کی افزائش ہوتی ہے۔ اس کے ابتدائی علامت میں بخار، بدن درد سر درد آنکھوں کے پیچھے اور جوڑوں میں درد، جلد میں سرخ نشان، ناک، مسوڑھوں اور قے سے خون کا نکلنا اور سیاہ پاکخانہ ہونا وغیرہ۔ دن میں بھی سوتے وقت مچھر دانی کا استعمال کرنا، مچھر بھاگنے والی دوا، کریم کا استعمال ہر ایک دن میں بھی کرنا، پورے جسم کو ڈھکنے والا کپڑا پہننا۔ (پریس رپورٹ)

اتراکھنڈ میں اسی سال نافذ ہوگا یونیفارم سول کوڈ

اتراکھنڈ کے وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی نے ایک بار پھر ایسا بیان دیا ہے، جس نے ریاست کی سیاست میں ہلچل پیدا کر دی ہے۔ دراصل یونیفارم کے سول کوڈ (یوسی سی) سے متعلق وزیر اعلیٰ دھامی نے کہا ہے کہ جتنی جلد ہوسکے یونیفارم سول کوڈ نافذ کرنے کا ہمارا عزم ہے۔ دھامی کا کہنا ہے کہ جب ہمیں یوسی سی ڈرافٹ مل جائے گا تو ہم اس عمل کو اس سال آگے بڑھائیں گے۔ ہم یونیفارم سول بل کو ریاست میں جلد از جلد نافذ کریں گے۔ یہ بیان وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی نے کھٹیما میں دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یوسی سی کے بارے میں ہمارا عزم ہے کہ ہم اسے جلد لائیں گے۔ یہ ہمارے انتخابی منشور میں بھی شامل تھا۔ نہیں جس کام کیلئے عوام نے منتخب کیا ہے، ہم اس وعدے کو پورا کریں گے اور ہم جلد ہی ریاست میں یکساں سیول بل لائیں گے۔ دھامی حکومت نے یوسی کی تیار کرنے کیلئے مارچ 2022 میں کمیٹی بنائی تھی۔ اس کمیٹی نے عام لوگوں سے ان کی رائے اور مشورے طلب کیے تھے۔ (ایجنسی)

طب وصحت

سویابین کی طبی افادیت

سویابین (Soya Bean) ایک قدیم ترین پودا ہے جو بطور غذا اور دوا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی غذائی و دوائی اہمیت و افادیت کی وجہ سے اس کو ''Miracle Crop'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا استعمال سب سے پہلے چین میں شروع ہوا، لیکن اب کم وبیش ساری دنیا میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ سویابین کے پودے ۱۵۰ سینٹی میٹر اونچے ہوتے ہیں، تنے باریک روئیں دار اور آپس میں الجھے ہوئے لیسدار ہوتے ہیں، پتیاں سبز ہوتی ہیں جو کہ شاخوں پر یکے بعد دیگرے (Alternate) لگی ہوتی ہیں۔ اس کی پھلیاں بھوری یا سیاہ گچھے کی شکل میں ہوتی ہیں جن کے اوپر باریک روئیں ہوتے ہیں، ان کے ڈنٹھل بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان پھلیوں کے اندر تقریباً گول اور مختلف رنگ کے، عموماً ہرے، پیلے بھورے اور کالے بیج ہوتے ہیں۔ یہی بیج غذا اور دوا کے طور پر مختلف صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ سویابین کو غذا و دوا کے علاوہ دیگر مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اس سے Paint، وارنش، Linoleum، کاغذ اور بہت سے واٹر پروف سامان وغیرہ بھی بنتے ہیں۔

سویابین کا استعمال عام طور سے بطور غذا چین میں ہزاروں سال قبل مسیح سے ہوتا رہا ہے چنانچہ چین کے شہنشاہ شنگ ننگ (Nung-Sheng) کی تحریر کردہ کتاب میں بھی اس کا حوالہ ملتا ہے۔ جس میں اس نے پانچ اناجوں (Soybeans, Rice, Wheat, Barley and Millet.) کو مقدس قرار دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم ۲۸۳۸ قبل مسیح سے ہی چین میں اس کا استعمال عام ہو چکا تھا۔ چین کی قدیم تاریخی دستاویز ''Kojiki'' (Records of Ancient Matters) میں بھی سویا بین کا تذکرہ ملتا ہے جس کی تکمیل AC.712 میں ہوئی۔ چین کے بعد یہ دنیا کے دیگر ممالک جیسے جاپان، انڈونیشیا، فلپائن، ویتنام، تھائی لینڈ، ملیشیا، برما، نیپال، ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ میں بھی عام ہوگیا۔ اس کی بھرپور غذائیت اور طبی افادیت کے باعث ہی چین، جاپان، یوروپ اور امریکہ کے علاوہ دیگر ممالک جیسے مصر، جنوبی افریقہ، روس، آسٹریلیا، کوریا، منچوریا اور منگولیا وغیرہ میں بھی اس کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔ اسی طرح حالیہ برسوں میں برازیل، رومانیہ، میکسیکو اور ارجنٹائینا وغیرہ میں بھی اس کی کاشت پر توجہ دی جانے لگی ہے۔

سویابین کا تاریخی پس منظر بڑا عجیب وغریب ہے۔ تاریخ کے مطابق مغربی چین میں سونا چاندی، ہیرے موتی وغیرہ سے لدا ایک تجارتی قافلہ جا رہا تھا کہ راستے میں قافلے کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ان ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے تاجروں نے اپنے نوکروں کے ساتھ ایک ایسے غار میں پناہ لی جو چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس غار میں چھپے ہوئے کئی دن ہو گئے حتیٰ کہ کھانے کا سارا سامان ختم ہوگیا۔ بھوک کی حالت میں ہی ایک نوکر کی نظر ایک عجیب و غریب پودے پر پڑی جو ان لوگوں کے لئے بالکل نیا تھا۔ بہر حال۔۔۔ بھوک سے نڈھال ان لوگوں نے ان پودوں کے بیج نکال کر آٹا بنایا اور اسے گوندھ کر اس کے کیک تیار کئے جو کھانے میں انتہائی لذیذ ثابت ہوئے اور اسی کے سہارے ان لوگوں نے کافی دن اسی غار میں گذار دئے۔ اس طرح حادثاتی طور پر سویابین کی دریافت ہوئی اور رفتہ رفتہ پورے چین میں اس کا استعمال عام ہوگیا۔ (ڈاکٹر فیاض احمد علیگ)

Volume:63/73,Issue:35 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اگر بکنے پر آجاؤ تو گھٹ جاتے ہیں دام اکثر
نہ بکنے کا ارادہ ہو تو قیمت اور بڑھتی ہے
(نواز دیوبندی)

کیا نام بدلنے سے ہندوستان بدل جائے گا؟

رازداں شاھد

تاریخ گواہ ہے کہ جب خود کچھ نیا کرنا حکمرانوں کے بس کا نہیں ہوتا تو دوسروں کے کئے ہوئے کاموں پر اپنی تختیاں لگا دیا کرتے ہیں۔ کبھی سڑکوں کا نام تبدیل کیا جاتا ہے تو کبھی شہروں اور اضلاع کا نام۔ جب بھی نام تبدیل کیا جاتا ہے، اس پر تنقید ہوتی ہے اور کچھ نہ کچھ ہنگامہ ضرور ہوتا ہے، تاہم اس سے بدلا ہوا نام واپس نہیں آتا، برسوں سے پورا ملک یہی دیکھ رہا ہے۔ نام کی تبدیلی کی سیاست ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ آزادی کے بعد سے ہی ہمارے ملک میں نیا شہر تو ایک آدھ ہی بسا ہے، البتہ قدیم شہروں کے نام بدل کر نئے نام رکھنے کے آسان نسخہ پر خوب عمل ہو رہا ہے۔ چنانچہ بمبئی کا نام ممبئی، مدراس کا چنئی، ترونڈرم کا تھروانت پورم وغیرہ۔ اس کے ساتھ ایک لہر مسلم ناموں سے موسوم شہروں اور قصبوں کے نام بدلنے کی چل رہی ہے۔ چنانچہ احمد نگر اب صرف نگر رہ گیا، آگرہ کا آرام باغ، رام باغ ہو گیا، مہاراشٹر کا ضلع بیر (عربی لفظ معنی کنواں) اب بیڑ ہو گیا، اسی ضلع کا قصبہ مومن آباد امبا جوگائی بن گیا اورنگ آباد کا نام بدل کر چھترپتی شمبھاجی نگر اور عثمان آباد کا نام دھاراشیو رکھ دیا گیا اور دولت آباد کو دیوا گری کہا جانے لگا۔ حال ہی میں راجستھان کی وسندھرا راجے سندھیا نے ریاست کے بیس ایسے گاؤں کے نام تبدیل کرنے کا اعلان کیا جو مسلمانوں سے موسوم تھے۔ یوپی حکومت نے تاریخی مغل سرائے جنکشن کا نام تبدیل کر کے دین دیال اپادھیائے جنکشن کر دیا۔ الہ آباد کا نام پریاگ راج کر دیا ہے، حالانکہ الہ آباد کو قدیم زمانے سے پریاگ راج بھی کہا جاتا ہے۔

اس وقت زور شور سے ایک خبر گردش کر رہی ہے کہ انڈیا کا نام تبدیل کر کے بھارت رکھ دیا جائے گا۔ انڈیا میں جی 20 سربراہی اجلاس کے موقع پر صدر جمہوریہ دروپدی مرمو کی جانب سے عشائیے کے لیے بھیجے گئے دعوت نامے پر تحریر الفاظ کے باعث ایک نیا سیاسی تنازع چھڑ گیا ہے۔ سرکاری دعوت نامے میں روایتی طور پر 'پریزیڈنٹ آف انڈیا' کی جگہ 'پرزیڈنٹ آف بھارت' لکھا گیا دراصل 'انڈیا' اور 'بھارت' کی بحث ان ہی دنوں شروع ہو گئی تھی جب بی جے پی اتحاد کے خلاف انڈیا میں حزب اختلاف کی جماعتوں نے دو درجن سے زیادہ سیاسی جماعتوں کا ایک بڑا اتحاد بنایا تھا اور اسے 'انڈیا' کا نام دیا تھا۔ اپوزیشن پارٹیاں یہ کہہ رہی ہیں کہ بی جے پی 'انڈیا' اتحاد سے خوفزدہ ہو گئی تو وہیں دوسری طرف حکمراں جماعت کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ 'بھارت' نام کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ بھی آئین کا ایک حصہ ہے، 'یہ کیا مذاق ہے؟ ہمارا ملک ہزاروں سال پرانا ہے، اس کا نام صرف اس لیے بدلا جا رہا ہے کہ 'انڈیا' نام کا اپوزیشن الائنس بنا۔ ترنمول کانگریس کی رکن پارلیمان مہوا موئترا ٹوئٹر ہینڈل سے انڈیا کو بھارت کرنے کے متعلق ایک دوسرا ہی نظریہ پیش کیا ہے۔ اس ہینڈل سے ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا کہ الہ آباد کا نام بدل کر پریاگ راج رکھنے میں 300 کروڑ روپے کا خرچ آیا۔ اسی طرح اورنگ آباد کا نام بدل کر چھترپتی سامبھاجی نگر رکھنے میں 500 کروڑ روپے کا خرچ آیا۔ اس حساب سے اگر مودی حکومت انڈیا کا نام بدل کر بھارت رکھنا چاہتی ہے جیسا کہ اس کا منصوبہ ہے تو اس کے لیے 15000 کروڑ روپے سے زیادہ کا خرچ آئے گا۔ ان کے مطابق تمام قانون دستاویزات کا نام بدلنا پڑ سکتا ہے (جس میں زمین کے کاغذات، سٹیمپ پیپرز جہاں گورنمنٹ آف انڈیا لکھا ہوا ہے۔) تمام شناختی کارڈز بھی بدلنے پڑ سکتے ہیں (پاسپورٹ، ووٹر کارڈ، پین، آدھار، ڈرائونگ لائسنس، راشن کارڈز وغیرہ۔) کرنسی جس پر ریزرو بینک آف انڈیا لکھا ہے، ایک خبر کے مطابق ہندوستان کے نام کی تبدیلی کے سلسلہ میں جاری قیاس آرائیوں کے ساتھ ہی اس پر ہونے والے مصارف کے متعلق تفصیلات بھی منظر عام پر آنے لگی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ اگر 'انڈیا' کی جگہ 'بھارت' کے استعمال کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں ملک کے خزانہ پر 14 ہزار کروڑ کا بوجھ عائد ہوگا۔ ملک میں نام کی تبدیلی کی اطلاعات کے ساتھ ہی افریقی نژاد انٹیلکچول پراپرٹی قوانین کے ماہر وکیل مسٹر ڈارین اولیویئیر نے بتایا کہ ہندستان کا نام اگر انڈیا سے تبدیل کرتے ہوئے اسے بھارت کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں ہندستان پر 14 ہزار 304 کروڑ کا بوجھ عائد ہوگا۔ صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے جی 20 کے دعوت نامہ میں پریسیڈنٹ آف بھارت اور وزیر اعظم کے دورہ کے کارڈ پر پرائم منسٹر آف بھارت کے منظر عام پر آنے کے بعد جاری مباحث کے دوران ڈارین نے بتایا کہ اگر حالیہ عرصہ میں سوازی لینڈ کے نام کو تبدیل کرتے ہوئے ایسواتنی کئے جانے کے اخراجات کا جائزہ لیا جائے تو اس ملک کو اپنے نام کی تبدیلی پر 60 ملین ڈالر خرچ کرنے پڑے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ملک کے پاسپورٹ 'سپریم کورٹ' سی بی آئی' الیکشن کمیشن آف انڈیا' کے علاوہ قومی تعلیمی اداروں اور دیگر میں جہاں 'انڈیا' کا استعمال ہوتا ہے ان سب کو تبدیل کرنے کے اقدامات پر یہ بھاری رقم خرچ کرنا پڑے گا، ہندستان میں جہاں 28 ریاستیں' 8 مرکزی زیر انتظام علاقہ 766 اضلاع کے علاوہ 6 لاکھ 40 ہزار مواضعات ہیں ان تمام میں جہاں کہیں انڈیا ہے اسے تبدیل کرتے ہوئے بھارت کرنا ہوگا۔ ہندوستان میں گذشتہ چند برسوں کے دوران جن اضلاع کے نام تبدیل کئے گئے ہیں ان میں الہ آباد کو پریاگ راج کرنے پر جو خرچ ہوا ہے اس کے متعلق حکومت اتر پردیش کی جانب سے جاری کی گئی تفصیلات کے مطابق 300 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ نام کی تبدیلی محض نام کی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے حکومت پر خرچ کا بوجھ عائد ہوتا ہے جو کہ بالواسطہ طور پر عوام پر بوجھ عائد کرنے کے مترادف ہے۔ حکومت ہند اگر انڈیا کی جگہ بھارت کے استعمال کو لازمی قرار دینے کے اقدامات کرتی ہے تو اس کے جملہ 14 ہزار کروڑ سے زائد کے اخراجات عوام کو ہی ادا کرنے ہوں گے، قدیم زمانے سے ہی ہندوستان کے مختلف نام رہے ہیں جیسے جمبودیپ، بھرت کھنڈ، ہم ورش، اجنابھ ورش، بھارت ورش، آریہ ورت، ہند، ہندوستان اور انڈیا۔ اگرچہ ان ناموں میں بھارت سب سے زیادہ مقبول اور مروجہ رہا ہے لیکن اس نام کے حوالے سے زیادہ تر مفروضے اور اختلافات بھی ہیں۔ بھارت نام کے متعلق جہاں اس کی متنوع ثقافت ابھر کر سامنے آتی ہے، وہیں مختلف ادوار میں مختلف نام بھی پائے جاتے ہیں۔ ان ناموں سے کبھی جغرافیہ ابھر کر سامنے آتا ہے تو کبھی ذات پات اور کبھی ثقافت۔ ہند، ہندوستان، انڈیا جیسے ناموں سے جغرافیہ ابھر رہا ہے۔ ان ناموں کے پس منظر میں دریائے سندھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے، لیکن سندھ صرف کسی خاص علاقے کا دریا محض نہیں ہے۔ سندھو کا مطلب دریا کے ساتھ ساتھ سمندر بھی ہے۔ اس طرح ملک کے شمال مغربی علاقے کو کبھی سپت سندھو یا پنجاب کہا جاتا تھا، لہذا یہ ایک بہت بڑے زرخیز علاقے کی نشاندہی کرنے کا معاملہ ہے جس میں سات یا پانچ مرکزی ندیاں بہتی ہیں۔ اسی طرح بھارت کے نام کے پس پشت اگنی ہوتر ثقافت (آگ کو نذرانہ دینا) کی شناخت ہے جو سپت سندھو خطے میں پروان چڑھی تھی، انڈیا میں یہ مطالبہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے مؤرخین لکھتے ہیں کہ انڈیا نام نے ابتدائی دنوں سے ہی ریاست کے اندر بھی کشمکش کو جنم دیا تھا۔ انگریزوں نے برصغیر میں اپنی سلطنت کے نام کے طور پر یونانی زبان سے اخذ شدہ لفظ 'انڈیا' کا انتخاب کیا تھا اور اس نام کی نوآبادیاتی بنیاد نے دستور ساز اسمبلی میں اس کے استعمال پر کچھ اعتراضات اٹھائے تھے۔ نام بدلنے کی قانونی کوششیں تقسیم کے دو سال بعد ستمبر 1949 میں جب انڈیا کی دستور ساز اسمبلی نے آئین کے مسودے پر بحث شروع کی تو ریاست کے لیے 'ہندوستان' کا نام بھی زیر غور آیا لیکن اسے مسترد کر دیا گیا۔ 18 ستمبر 1949 کو مسودہ سازی کمیٹی کے چیئرمین، بی آر امبیڈکر نے آرٹیکل 1 کے مسودے میں ایک ترمیم پیش کی، جس میں تجویز کیا گیا، 'ہندوستان یعنی بھارت ریاستوں کا ایک اتحاد ہوگا'، اس تجویز نے دستور ساز اسمبلی کے اراکین میں ایک پرجوش بحث کو جنم دیا۔ 'بھارت' نام کے حامیوں کا کہنا تھا کہ اس کی گہری تاریخی اور ثقافتی جڑیں ہیں جبکہ مخالفین کا خیال تھا کہ 'انڈیا' دوسرے ممالک میں استعمال ہونے کی وجہ سے زیادہ موزوں نام ہے۔ اسمبلی کے ایک رکن ایچ وی کماتھ نے امبیڈکر کے جملے کو اناڑی قرار دیتے ہوئے دو متبادل نام تجویز کیے: 'بھارت یا انگریزی زبان میں انڈیا، ریاستوں کا اتحاد ہوگا۔۔۔' یا 'ہند یا انگریزی زبان میں انڈیا ریاستوں کی یونین ہوگی۔' انھوں نے نشاندہی کی کہ بہت سے دوسرے ممالک میں ہندوستان کو اب بھی 'ہندوستان' کے نام سے جانا جاتا تھا اور اس کے باشندوں کو ہندو کہا جاتا تھا، چاہے ان کا کوئی بھی مذہب ہو۔ سیٹھ گووند داس، کملاپتی ترپاٹھی، کلور سبھا راؤ، رام سہائے اور ہرگووند پنت نے بھی 'بھارت' کے حق میں ہونے والی بحث میں حصہ ڈالا۔ گووند داس نے اس بات پر زور دیا کہ 'ہندوستان' ایک نسبتاً حالیہ اصطلاح تھی جسے اس خطے میں یونانیوں کی آمد کے بعد متعارف کرایا گیا تھا جبکہ 'بھارت' کی گہری تاریخی اور ثقافتی جڑیں قدیم تحریروں جیسے ویدوں، اپنشدوں، برہمنوں، مہابھارت اور پرانوں میں تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ 'بھارت' ملک کی بھرپور تاریخ اور ثقافت کی بہتر نمائندگی کرتا ہے، کلور سباراؤ نے مزید کہا کہ 'انڈیا سندھو یا انڈس سے ماخوذ ہے۔' جو دریائے سندھ سے قربت کی وجہ سے پاکستان کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے ہندی زبان کا نام بدل کر 'بھارتی' رکھنے کی تجویز پیش کی تا کہ اسے 'بھارت' کے جذبے سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔ رام سہائے نے مختلف ہندوستانی خطوں کی مثالوں کا حوالہ دیتے ہوئے 'بھارت' کی حمایت کی جہاں اسے عام طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ کملاپتی ترپاٹھی نے زور دے کر کہا کہ صدیوں کی غیر ملکی حکمرانی کے باوجود 'بھارت' نام قائم ہے اور اس کی جڑیں ہندوستان کی ثقافت اور تاریخ میں گہری ہیں۔ ترپاٹھی نے رگ وید، اپنشد، کرشن اور بدھا کی تعلیمات، شنکراچاریہ، اور رام کی کمان اور کرشن کا پہیہ جیسی مشہور علامتوں کو اجاگر کرتے ہوئے 'بھارت' سے وابستہ ثقافتی اور فلسفیانہ خوبیوں کو اجاگر کیا۔ انھوں نے دلیل دی کہ 'بھارت' نام ایک شاندار ماضی کی نمائندگی کرتا ہے جسے قوم کو اپنانا چاہیے۔ بی آر امبیڈکر کے تحفظات کے باوجود اسمبلی کے صدر راجندر پرساد نے ہرگووند پنت کو 'بھارت ورش' کے لیے کیس بنانے کی اجازت دی۔ آخر میں، دستور ساز اسمبلی کے اندر شو آف ہینڈز کے نتیجے میں کماتھ کی تجویز کے حق میں 38 اور مخالفت میں 51 ووٹ آئے۔ نتیجتاً اصل لفظ 'انڈیا یعنی بھارت ریاستوں کا ایک اتحاد ہوگا' غالب ہوا، کیا نام بدلنے سے ہندوستان بدل جائے گا؟، کیا ہندوستان کی حالت بدلے گی؟ نام بدلنے سے سب کچھ بدل جائے گا؟ احکومت کو قانون کے مطابق چلنا چاہیے۔ اس کے خلاف جانا جائز نہیں۔ قانونی طریقہ کار پر بھی عمل کیا جائے۔ بھارت بلڈوزر چلانے یا نام بدلنے سے نہیں بدلے گا۔ ملک کا نام بدلنے سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت ملک میں بے روزگاری بڑھی ہوئی ہے مہنگائی نے سب کی کمر توڑ دی ہے، سرکار کو ملک کے صورتحال بدلنے کی ضرورت ہے۔

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-18/09/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے